URDU NOVELS HUB
سنیہا رؤف
عیدِ دیدِ یار
Sidra Khann Official
www.urdunovelshub.com

السلام علیکم

ہمارے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والے تمام ناولز اور مواد بمعہ مصنفہ / مصنف کے نام سے محفوظ ہیں.

بغیر اجازت کوئی دوسرا ادارہ یا فردان تمام ناولز یا مواد سے متعلق مسودہ ویب سائٹ مصنفہ / مصنف کی اجازت کے بغیر نقل نہیں کر سکتا.

نقل شدہ مواد پکڑے جانے کی صورت میں متعلقہ فرد / بلاگ / ویب سائٹ کو درپیش آنے والے مسائل کا وہ خود ذمہ دار ہو گا.

نوٹ:

ہم اپنی ویب سائٹ اردو ناولز حب کے لیے لکھاریوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر آپ

ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول / ناولٹ / افسانہ / کالم / آرٹیکل / شاعری شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں.

Email Address

urdunovelhubofficial@gmail.com

Whatsapp No. **0319-7115104**

Facebook Group: **Urdu Novels Hub**

Facebook Page:

https://www.facebook.com/Urdu-Novels-Hub-109291934764260/

.ان شاءاللہ آپکی تحریر ایک ہفتہ کے اندر اندر ویب سائٹ پر شائع کر دی جائے گی

.مزید تفصیلات کے لیے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس پر رابطہ کریں

شکریہ

انتظامیہ اردو ناولز حب

#We-4

عیدِ دیدِ یار

سنہیا رؤف

میں ان سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔اس نے اپنے کمرے میں طوفان برپا کیا ہوا تھا۔

کیا مصیبت ہے۔۔۔۔؟ تم بن ماں باپ کی اولاد ہو۔۔۔۔۔ تمہیں تو اپنے تایا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے سے تمہیں بیاہ رہے ہیں تا کہ تمہیں کہیں اور نہ جانا پڑے۔۔۔۔۔۔اس کی دوست نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا۔

اسے عادی سے اس بات کا پتا چلا تھا کہ تایا جان اس کی شادی اپنے بیٹے میر دلاور رضوان عرف سڑو سے کرتا چاہتے ہیں تب سے وہ ایسے ری ایکٹ کر رہی تھی۔

تو اس کا کیا مطلب ہے میں اپنے سے سات سال بڑے شخص سے شادی کر لوں۔۔۔۔وہ بھی وہ۔۔۔۔جو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔۔۔۔جن کے منہ پر چوبیس گھنٹے بارہ بجے رہتے ہیں، جن کی ایک عدد منگیتر انہیں ان کے اسی سڑیل روئے کی وجہ سے چھوڑ گئیں۔۔۔۔اور اور۔۔۔۔جو مجھے دیکھتے ہی منہ کے زاویے بنا لیتے ہیں۔۔۔۔۔حور کیسے بیٹھی ہو۔۔؟ حور کمرے میں جاؤ۔۔۔حور تمیز سے۔۔۔حور یہ۔۔حور وہ۔۔۔۔پہلے تو وہ صاحب زادے مجھ سے بات کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ اپنے آپ کو کسی سلطنت کا بادشاہ سمجھتے ہیں اور اگر کبھی جو انہیں مجھ سے مخاطب ہونا پڑ جائے تو سو کیڑے نکال لیں گے مجھ میں۔۔۔۔۔

حور۔۔۔۔وہ۔۔

اس کی دوست نے اس کی چلتی زبان کو روکنا چاہا۔۔۔جو شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال چکی تھی۔

تم چھوڑو مشی۔۔۔ سنو آگے۔۔۔ سب ان سے ہمدردی کرتے ہیں کہ ان منکوحہ نے ان کے ساتھ بُرا کیا وہ اچھی لڑکی نہیں تھی۔۔۔

لیکن۔۔۔

لیکن۔۔۔۔

اندر کی بات کسی کو کیا پتا۔۔۔ وہ انہیں کی وجہ سے چلی گئی تھی۔۔۔

ایسے شخص کے ساتھ رہنا بھی کون چاہے گا جس کے پاؤں زمین پر ہی نہیں ٹکتے۔۔۔ وہ چاہتے ہیں کہ سب ان کی جی حضوری کرتے پھرے۔

ان کے سامنے مجھے لگتا ہے میری سانس نہیں چل رہی۔۔۔ مجھے گھٹن ہو رہی ہے۔۔۔۔ کچھ تو کمی ہے اس شخص میں کہ کوئی ان کی زندگی کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔۔۔

حور۔۔۔۔ میری بات۔۔۔۔

کچھ باقی ہے حوریہ ذیشان حیدر؟؟؟

میر دلاور رضوان کی بھاری آواز کمرے میں گونجی تو مشی جواب کھڑی ہو چکی تھی کمرے سے باہر نکل گئی۔

حور نے مُڑ کر اسے دیکھ کر تھوک نگلا۔۔۔ اسے اپنے بولے الفاظ اب اپنے کانوں میں گونجتے سنائی دیے۔

وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے آیا۔۔۔ اس کی ٹانگیں کانپ گئی۔۔۔ اس کے پیچھے اتنا کچھ بول لیتی تھی وہ اور اس کے سامنے آتے ہی اس کی زبان تالو سے چپک جایا کرتی تھی۔

✨✨✨✨✨✨

اتنا شرف بخشا ہے تمہاری شیریں زبانی نے مجھے۔۔۔۔ بڑے چھوٹے کی تمیز نہیں تمہیں۔۔۔۔ ہوتی بھی کیسے۔۔۔ جنہوں نے سکھانی تھی وہ تو دنیا سے چلے گئے۔۔۔۔ اچھا ہوا ایسی اولاد انہیں دیکھنے نہیں پڑی۔۔ اور۔۔۔

تم کیا کہہ رہی تھی کہ میری منگیتر۔۔۔۔۔ وہ عورت میرے قابل نہیں تھی۔۔۔۔ ایسی عورتوں کو میر دلاور رضوان ایک نظر دیکھنا گوارہ نہ کرے۔۔۔۔

جو ماں باپ کے دھمکانے پر کہ لڑکے کے پاس بہت زمین جائیداد ہے ہتھیا کر اپنے یار کے پاس چلی جانا۔۔ نکاح کے لیے حامی بھر لے۔۔ یہ میرا ٹیسٹ نہیں ہے۔

اور جب اسے اندازہ ہو جائے کہ مخالف اس کی ان گھٹیا حرکتوں میں نہیں آنا والا اور اس کے ڈرامے نہیں چلے گیں تو اس نے منگنی توڑنے کی دھمکی دی۔۔۔۔۔ میر دلاور رضوان نکاح سے پہلے ہی اسے جانچ گیا تھا۔۔۔۔۔ وہ استہزایہ مسکرایا۔

میں اس عورت کے منہ پر اس کی پہنائی انگوٹھی پھینک کر آیا تھا۔۔۔ مجھے اگر میرے ماں باپ کی تربیت کا خیال نہ ہوتا تو کچھ اور کر گزرتا وہ غرایا۔

لیکن تمہاری جیسی بیویوف اور زبان دراز لڑکیاں ایسی ہی فصول گفتگو کرتی ہیں وہ اس کے قریب آتا پھنکارتا تو وہ سہمی۔

اور ایک بات مس حوریہ زیشان۔۔۔۔۔ میر دلاور اتنا سستا نہیں کہ تم جیسی کی جھولی میں آ گرے۔۔۔۔ تمہارے انکار سے پہلے میرا انکار باباجان کے پاس جا چکا ہے۔

اس نے کہتے اسے حقارت سے ایک نظر دیکھا اور ماتھے پر سلوٹیں لیے باہر نکل گیا۔۔۔

وہ جو نظریں جھکائے اپنی تزلیل سن رہی تھی اس کے جاتے ہی اس نے دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ گیا تھا۔

یارب العالمین وہ کیوں ہیں ایسے۔۔۔؟ کیا ان کے سینے میں دل نہیں ہے۔۔۔۔؟ وہ ہر بار ایسے ہی مجھے زلیل کرتے ہیں۔۔۔۔۔اس کی آنکھ سے آنسو گرا۔

وہ اپنے بولے تمام تلخ الفاظ بھول کر ہمیشہ کی طرح اسے ہی کوس رہی تھی۔

ہائے اتنا رو کر تو مجھے بھوک لگ گئی ہے۔۔۔۔ مشی بھی لگتا ہے کہ چلی گئی ہے۔۔۔بہت کمینی ہے ان کے سامنے آتے ہی رفو چکر ہو جاتی ہے۔

اس نے کہتے کچن کی طرف قدم بڑھائے کہ اب پیٹ پوجا کی جائے۔۔۔۔۔ابھی آدھی گھنٹہ پہلے اس نے میک ڈی کھایا تھا لیکن اس بھوکر کو اب پھر بھوک لگ گئی تھی۔

اس نے کچن میں جا کر دیکھا جہاں آج بینگن پکے تھے

۔۔اس کے منہ کے زاویے پل میں بدلے تھے۔

اف تائی جان نے آج پھر یہ بینگن پکا لیے ہیں۔۔۔۔۔ہائے میرے پر ہی سارے ظلم کیوں۔۔؟

عادی کو بولتی ہوں باہر سے کچھ لا دے۔۔۔۔اس نے فوراً دماغ میں سوچتے باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

آج میجر حادر رضوان کو میں نے کسی کیس کے سلسلے میں نہیں بلایا اس لیے پر سکون ہو کر بیٹھ سکتے ہو۔۔۔۔۔جنرل شکیل احمد نے کہا۔

تو پھر سر۔۔۔۔۔۔اس نے سنجیدگی سے پوچھا جو اس کی زات کا خاصہ تھی اپنے کام میں۔

آج ایک نہایت نجی معاملے کے لیے بلایا ہے تمہیں۔۔۔شاید یہ ہمت نہ کر پاتا لیکن جیسے وقت گزر رہا ہے میری امید ختم ہو رہی ہے انہوں نے چشمہ اتارتے نم لہجے میں کہا تو وہ چونکا۔

ان کو اس طرح غمزدہ اس نے کبھی نہ دیکھا تھا تو آج کیا ایسی بات ہو گئی تھی کہ ان کی آنکھیں نم تھیں۔

حکم کریں سر۔۔۔۔۔۔وہ ان کے سب سے زیادہ قریب تھا یہی وجہ تھی انہوں نے اسے چُنا تھا۔۔۔۔

میری بیٹی حیات۔۔۔۔۔انہوں نے کہتے گہری سانس بھری۔۔۔پچھلے دو ہفتوں سے لاپتہ ہے انہوں نے کہتے اسے دیکھا تو وہ چونکا۔

اس کا نکاح بچپن سے اس کے تایازاد کے ساتھ میری والدہ نے کروایا تھا۔۔۔میں تب ہی خلاف تھا لیکن ماں کے سامنے اپنی اولاد کو فراموش کر گیا۔۔۔جس کی سزا آج بھگت رہا ہوں۔

میرے بھائی کی وفات چار سال پہلے ہو گئی تھی۔۔۔میں سالوں پہلے اپنی بیٹی کے ساتھ یہاں آچکا تھا کہ میری جاب مجھ سے یہی مانگتی تھی۔۔۔میں سب چھوڑ کر آگیا۔

میری والدہ تب ہی حیات کی رخصتی چاہتی تھیں لیکن میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابھی اسے پڑھ کر کچھ بننا ہے وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔۔۔۔

میں تب بھی انہیں یہ نا کہہ سکا کہ مجھے اپنا بھانجا نہیں پسند اور اپنی حیات میں اسے نہیں دوں گا۔

ناجانے وہ کیسی صحبت میں پڑ گیا اور۔۔۔اس وقت تم جس کیس پر کام ہو رہے ہے۔۔۔۔۔وہ کہتے خاموش ہوئے۔۔۔

سمیل رانا۔۔۔۔اس نے چونک کر پوچھا۔۔۔اس کا اس کیس سے کسی تعلق۔۔۔؟

اگر میں کہوں کہ میری حیات اسی کے پاس ہے تو۔۔۔انکوں نے کہتے نظریں جھکائی تو وہ سمجھ گیا کہ ان کا بھانجا وہی ہے اور ان کی بیٹی کا شوہر بھی۔۔۔

آگے بتائیں سر۔۔۔۔آپ جو چاہیں گے وہی ہو گا اس نے عزم سے کہا۔۔۔۔

تم جانتے ہو میر حاد۔۔۔۔۔۔کہ وہ کیسا شخص ہے۔۔۔ایک مہینہ پہلے آیا تھا وہ رخصتی مانگنے۔۔۔۔۔میں نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ میں یہ رشتہ مزید نہیں چاہتا۔۔۔۔تو اس نے توڑ پھوڑ کی اور پھر چلا گیا کیونکہ گارڈز نے اسے کچھ کرنے نا دیا۔۔۔

لیکن دو دن بعد میری اتنی بھاری نفری کے بعد بھی وہ میری بیٹی کو اغواہ کر کے لے گیا۔۔۔۔اب حیات کہاں ہے کہاں نہیں۔۔۔۔میں نہیں جانتا۔۔۔میں چاہتا ہوں کہ میری بیٹی کو تم واپس لاؤ۔۔۔

میں مانتا ہوں یہ تمہاری زمہ داری نہیں۔۔۔۔لیکن ان ہڈیوں میں اتنی جان نہیں بچی اب کہ میں لڑ سکوں۔۔۔وہ انہیں پہلی بار تھکے ہوئے اور کمزور لگے۔

مجھے کچھ وقت دیں سر۔۔۔۔اس نے ان کے ہاتھ تھامتے کہا۔۔۔

نہیں میر وقت نہیں ہے۔۔۔۔وقت ضائع نہیں کر سکتا میں۔۔۔۔۔۔انہوں نے اس کی بات کاٹتے کہا تو اس نے کچھ سوچتے سر ہاں میں ہلایا۔

ایک ہفتہ سر۔۔۔۔رب العالمین کے کرم سے اگلے جمعے کے روز آپ کی بیٹی آپ کے پاس ہو گی اس نے عزم سے کہا اور کھڑے ہو کر سلیوٹ کیا۔

وہ جانتے تھے اس کے علاوہ یہ کوئی نہیں کر سکتا اس لیے اسے چنا تھا۔۔۔حیات ان کی زندگی کا واحد سہارا تھی جسے وہ کھونا نہیں چاہتے تھے۔۔۔

رب العالمین تمہیں کامیاب کرے اس کا کندھا تھپتھپاتے کہا۔۔۔۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻

اس نے پورا ہفتہ لگایا تھا۔۔۔۔اس نے اپنی ٹیم کی مدد لی تھی لیکن انہیں حقیقت نہیں بتائی تھی۔۔۔ان سب کے نزدیک وہ اس وقت ملک کے دشمن سمیل رانا کے خلاف محاز لڑنے کی تیاری کر رہے تھے۔

اس نے اس شخص کی ساری انفارمیشن نکلوائی تھی۔۔۔۔۔۔۔آج بدھ تھا وہ آج رات اس کے فارم ہاؤس جس میں وہ موجود تھا حملہ کرنے والے تھے۔۔۔

اس کے زرائع کے مطابق یہ سمیل رانا کا پرسنل فارم ہاؤس تھا جہاں وہ چھٹیاں منانے آتا تھا اور اس اوقات میں وہ کسی سے نا رابطہ رکھتا تھا نا ڈیل کرتا تھا۔

زرائع کے مطابق اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو وہ ساتھ لایا تھا۔۔۔اس کے بعد بھی لڑکیاں آتی رہیں تھیں لیکن سب اگلی صبح اپنی قیمت لگوا کر واپس چلی جاتی تھی سوائے اس ایک کو جس کو وہ خود ساتھ لایا تھا اور اسے یقین تھا کہ اور کوئی نہیں حیات ہے۔

اس نے سب کو پلین سمجھا دیا تھا۔۔۔انہیں اس کے خلاف کچھ ثبوت بھی چاہیے تھے جو ان کے مطابق اسی فارم ہاؤس پر تھے۔

اس نے سب کو پیچھے سے اندر داخل ہونے کو کہا تھا کیونکہ ان کے کچھ آفیسرز آگے والوں کو ٹھکانے لگا چکے تھے اور کچھ چھت پر موجود تھے۔

اس نے آنسو گیس پھیلائی تو چوہا بل سے باہر نکل آیا۔۔۔سالو۔۔۔کہاں مرے ہو یہ کیا ہوا ہے۔۔۔

اس نے آگے بڑھتے اوپر کے پورشن کے سارے کمرے چھان مارے تھے کچھ نہیں ملا تھا۔

اس کے باقی کے ساتھی افسران ثبوت ڈھونڈ رہے تھے اور وہ حیات نامی لڑکی کو۔

نیچے کے سارے رومز چیک کرنے کے بعد اس نے دیوار پر ہاتھ مارا۔۔۔۔ان کے پاس وقت بہت کم تھا۔۔۔وہ باہر اس کی آوازیں سن سکتا تھا۔۔۔

جس نے فون پر فون کر ڈالے تھے۔۔۔۔اس کے لوگ کسی بھی وقت پہنچ جاتے۔۔۔انہیں اس سے پہلے بنا نظر میں آئے یہاں سے جانا تھا۔

وہ مقابلہ کر سکتے تھے۔۔۔لیکن ابھی وہ خود کو ظاہر نہیں کروانا چاہتے تھے۔۔۔۔وہ اس کا نام ایجینسی میں دینے کے بعد منظر عام پر آتے۔

سر نکلنا ہو گا۔۔۔۔اس کے آدمی پہنچ چکے ہیں۔۔۔اس کے کان میں لگے مائیکروفون سے آواز گونجی۔۔۔

تو اس کے ذہن میں وہ لمحہ آیا جب ایک بے بس باپ اس سے اپنی بیٹی کی رہائی کی امید لگا کر بیٹھا ہے۔

اس نے قدم باہر کی طرف بڑھائے اور اس کے سٹڈی میں گھسا۔۔۔۔۔وہاں گھستے ہی اس کے نتھوں سے خون اور شراب کی ملی جلی بو ٹکرائی تھی۔

اس نے اپنا چہرہ ماسک سے ڈھکا اور آگے بڑھا۔۔۔۔لیکن کچھ نہ ملنے پر شاید وہ واپس نکل جاتا لیکن میز کے نیچے گلابی آنچل دیکھتے رکا۔۔۔

سر وہ پہنچ گئے ہیں۔۔۔۔۔ہری اپ۔۔۔آواز پھر سے آ رہی تھی جسے اس نے نظر انداز کیا اور اس میز کے پاس گیا۔

اسے زور سے اپنی طرف کو گھسیٹا تو دیکھا کوئی وجود اوندھے منہ پڑا تھا۔۔۔۔قمر پر موجود قمیض جگہ جگہ سے پھٹی تھی اور کافی نشانات نظر آ رہے تھے۔

,اس کے دوپٹے کے اندر کچھ باندھ رکھا تھا۔۔شاید کاغز تھے کچھ۔۔۔اسے بھی حادنے لیا تھا ساتھ۔

سر ٹائم از اوور۔۔۔کیا حملہ کرنا ہے۔۔۔؟اس کے لوگ پہنچ چکے ہیں آواز پھر سے ابھری۔۔۔

نو۔۔۔۔۔سب نکلو اور پچھلے دروازے پر پہنچو۔۔۔۔جیپس نکالو باہر۔۔۔۔۔ثاقب کو بولو میری گاڑی وہیں کھڑی رکھے۔۔۔۔۔میں پہنچ رہا ہوں۔۔۔۔۔

اس نے اس صنفِ نازک کو جھٹکے سے گھماتے باہوں میں بھرا اور چھپتا پچھلے دروازے کی طرف بڑھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ نکلتا ایک گولی اس کے بازو کو چھو کر گزری تھی۔

یہ گھر تھا میر رضوان حسن کا۔۔۔جہاں وہ اپنی بیگم فرزین حسن کے ساتھ رہتے تھے۔۔۔

ان کے تین سپووت ہیں۔۔۔سب سے بڑا امیر دلاور رضوان، جو بے حد سنجیدہ طبیعت کا مالک تھا پھر میر حاد رضوان جو حوریہ کا اچھا دوست تھا اور اس سے دو سال بڑا تھا۔۔۔اور میجر تھا وہ کم ہی یہاں ہوتا تھا اور جب ہوتا تھا تو حوریہ اپنے سارے ناز نخرے اسی سے اٹھواتی تھی۔

اور سب سے چھوٹا عادل رضوان جو حوریہ سے سال چھوٹا تھا اور اس کا کرائم پارٹنر تھا۔

رضوان حسن کے ایک ہی بھائی تھے اور ایک ہی بہن تھی۔۔۔ناہید اختر جو کہ اپنے فیملی کے ساتھ آسٹریلیا میں آباد تھیں اور ایک ہی بھائی میر زیشان حسن جوان کا لاڈلا تھا وہ سات سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ وفات پا چکے تھے۔

ان کی ایک ہی اولاد تھی۔۔۔حوریہ زیشان جسے تب سے انہوں نے اپنے سینے سے لگا کر رکھا تھا۔

اس گھر میں دو ہی عورتیں تھیں۔۔۔۔فرزین حسن اور حوریہ زیشان۔۔۔

لیکن حوریہ کا سارا بچپن لڑکوں کے ساتھ گزرا تھا اس لیے اس میں لڑکیوں والی عادات نہ تھیں زیادہ۔۔۔

اس نے سارا بچپن عادی اور حاد کے ساتھ گزارا تھا۔۔۔وہ ان کی بے حد لاڈلہ تھی۔۔۔حاد کی بیسٹ فرینڈ اور عادی کی کرائم پارٹنر۔۔۔۔

دلاور حسن سے وہ بچپن سے دور ہی رہی تھی وجہ اس کی ریزرو اور بے حد سنجیدہ طبیعت تھی۔

میر دلاور کو اس کی لاابالی طبیعت بالکل پسند نہ تھا اور حوریہ ذیشان کو پورا کا پورا دلاور حسن۔۔۔۔

اسے دلاور سے بچپن سے اس کی حرکتوں کی وجہ سے ڈانٹ پڑتی آئی تھی کبھی وہ غصے ہو جاتی اور کبھی رونے لگتی۔

میر دلاور پیشے سے ڈاکٹر تھا جو کینیڈا سے سپشلائزیشن کر کے آیا تھا۔۔۔اس شعبے کی باریکیوں نے اسے مزید سنجیدہ بنا دیا تھا۔

اس کی والدہ چاہتی تھی کہ اب وہ ایک مقام پا چکا ہے تو اپنی زندگی شروع کرے اور شادی کرے۔

میر رضوان ہمیشہ چاہتے تھے کہ اس کی شادی حور سے ہو۔۔۔کیونکہ انہیں لگتا تھا وہ اس کی زندگی بدل دے گی۔۔۔

لیکن فرزین حسن ایسا نہیں چاہتی تھی۔۔۔۔انہیں حوریہ اور دلاور دونون بے حد عزیز تھے۔

۔۔وہ جانتی تھی وہ دونوں الگ الگ ساحلوں کے دو مختلف کنارے تھے جن کا ملنا ممکن نہ تھا۔

لیکن حوریہ تک جب یہ بات پہنچی تو اس نے کافی ہنگامہ کیا تھا جو میر دلاور رضوان سن چکا تھا اور اس نے عادی کے ہاتھ رضوان صاحب کو نہ کر دیا تھا تبھی انہوں نے امید چھوڑ کر اس کے لیے مہوش فاخر کی بات چلائی تھی۔

انہیں کے زور دینے پر رضوان حسن نے ان کی بات مانی تھی اور دوسرا حور ابھی چھوٹی تھی۔

انہوں نے سوچ کر اس کے اچھا رشتہ دیکھا تھا۔۔انہیں ایسی لڑکی چاہیے تھی جو اس گھر کو جوڑ کر رکھے۔۔۔

مہوش فاخر نام کی لڑکی کی حقیقت سامنے آتی ہی انہیں بے حد بڑا لگا تھا۔۔۔۔میر دلاور کو بہت مشکل سے انہوں نے شادی کے لیے منایا تھا اور پھر یہ حادثہ۔۔۔۔

حور بیٹا تایا جان بلا رہے ہیں آپ کو۔۔۔۔فرزین بیگم نے کہا تو وہ جو منہ میں پھر بھر کر چپس ٹھونس رہی تھی چونکی اور کھڑی ہوئی۔

اور یہ چپس کا باؤل جو اس کی جھولی میں پڑا تھا وہ اس کے قدموں میں گرا۔

وہ نیچے جھکتی اس سے پہلے ہی میر دلاور پر نظر پڑی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

اس نے کھسیا کر چپس واپس باؤل میں ڈالی اور کچن میں رکھ کر باہر نگاہ ڈالی جہاں وہ سامنے ہی صوفے پر بیٹھا اپنا سر دبا رہا تھا۔

اس نے خاموشی سے یہاں وہاں دیکھا۔۔۔۔کوئی نہیں تھا اسوقت۔۔۔اس نے دیکھا اس کا دوپٹہ میر دلاور کے ساتھ والے صوفے پر پڑا ہے۔

تایا جان کے سامنے ایسے نہیں جا سکتی تھی۔۔۔۔بیشک انہوں نے کبھی کچھ کہا نہ تھا لیکن اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔۔۔لیکن وہ ہزار کوششیں کر لیتی اس کی اپنے دوپٹے سے کم ہی بنا کرتی تھی۔

ابھی بھی وہ تھوک نگلتی باہر آئی اور اپنا دوپٹہ پکڑنے لگی اس سے پہلے ہی عادی وہاں آتا جھپاک سے صوفے پر بیٹھا اور اس کا دوپٹہ گلے میں مفلر کی طرح باندھ لیا۔

عادی میرا دوپٹہ دو۔۔۔اس نے پاس آتے دوپٹہ لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔۔۔وہ جو آنکھیں موندے پڑا تھا اب انہیں دیکھنے لگا۔

عادی نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔۔۔فون پر سکرولنگ کرنے لگا۔۔۔۔

عادی۔۔۔۔اس نے آگے بڑھ کر اپنا دوپٹہ لینا چاہا۔۔۔لیکن عادی فوراً کھڑا ہو گیا صوفے پر۔۔۔۔

عادی تایا جان انتظار کر رہے ہیں یار۔۔۔۔۔۔جلدی دو۔۔۔۔۔اس نے چھلانگ لگا کر اس تک پہنچنا چاہا۔۔۔

پہلے بتاؤ رات کو چل رہی ہو ساتھ یا نہیں۔۔۔؟

عادی مجھے نہیں جانا۔۔۔میرا من نہیں ہے۔۔۔

تو میرا ابھی من نہیں ہے تمہیں یہ دینے کا اس نے دوپٹہ گلے سے نکالتے ہاتھ پر لپیٹا۔۔۔۔وہ دونوں میر دلاور کو فراموش کر گئے تھے جس کی نظریں انہیں پر تھیں۔

مجھے تمہارے ساتھ ہی جانا ہے حور اس نے جھکتے حور کے گال کھینچتے کہا۔۔۔

تو حور نے اسے غصے سے گھورا۔۔۔۔اور پھر صوفے پر چڑھ کر اس کے بال مٹھیوں میں بھینچے اور دھپ سے اپنا مومی ہاتھ اس کی قمر پر مارا۔

عزت نہیں ناراس تمہیں۔۔۔اب وہ اس کے بال کھینچے کھڑی تھی اور وہ حوریہ کے۔

حوریہ ذیشان، عادی رضوان۔۔۔اس کی گرج دار آواز گونجی تو وہ دونوں تھمے اور نظریں اس کی طرف گئیں جو انہیں سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے عادی۔۔۔؟

اس میں تو عقل نہیں ہے تم ہی کچھ خیال کرو۔۔۔بچے نہیں ہو اب بڑے ہو گئے ہو۔۔۔۔۔شرم ہے کچھ تم دونوں میں یا نہیں۔۔۔

عادی دوپٹہ فوراً واپس کرو۔۔۔اور جا کر ٹیسٹ کی تیاری کرو۔۔۔جاؤ فوراً۔۔۔اس نے کہا تو وہ اس کا دوپٹہ اس کو دے کر فوراً رفو چکر ہو گیا۔۔۔شیر کی کچھار میں کون جانتے بوجھتے ہاتھ ڈالتا۔

اس نے ایک نظر اب حوریہ کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تھی۔۔۔۔

اور تم۔۔۔۔تمہارا دوپٹہ مجھے یہاں وہاں پڑا نظر نہ آئے دوبارہ۔۔۔۔اسے گلے میں رکھو سر پر تمہارے نہیں ناٹکتا یہ تو۔۔۔۔اور یہ کیا اچھل کود لگائی ہوئی ہے بچی ہو چھوٹی سی۔۔۔؟

وہ دلاور بھائی۔۔۔اس نے منمناتے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا۔۔۔حلق تو پہلے ہی اس کے خوف سے خشک ہو گیا تھا۔

جاؤ بابا کی بات سن کر آؤ اور آ کر چائے بنا کر میرے کمرے میں پہنچاؤ۔۔۔وہ حکم جاری کرتا چلا گیا۔۔۔

اس دن کے بعد یہ ان کی پہلی گفتگو تھی۔

✨✨✨✨✨✨✨

پکڑو سالے کو۔۔۔۔میری بیوی کو لے جا رہا۔۔۔۔اس کی اتنی ہمت۔۔۔۔۔۔لیکن تب تک وہ جا چکا تھا۔۔۔اس کے نکلتے ہی وہاں سناٹا چھا گیا کیونکہ پیچھے کا سارا حصہ اس بم کی نظر ہو گیا جو اس نے پھینکا تھا۔

سمیل رانا کے کتنے ہی لوگ مر گئے زخمی وہ بھی ہوا تھا لیکن اس عورت پر دو حرف بھیج کر وہاں سے نکل گیا۔

اس نے آگے چلتی سڑک پر جا کر سانس چھوڑا۔۔۔تب سے ایک بھی نظر اس نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا تھا جسے وہ باہوں میں اٹھا کر بھاگا تھا۔

آگے اشارے پر رکتے اس نے ثاقب کو دیکھا جو ڈرائیو کر رہا تھا اسے گاڑی اپنے فلیٹ پر لے جانے کو کہا جو زیادہ دور نہ تھا۔۔۔

وہ پہنچے تو اس نے ثاقب کو اشارہ کیا جو نکل کر دور چلا گیا تھا۔۔۔اس نے اس وجود کو پھر سے تھاما اور اندر کی طرف بڑھا۔

کسی فی میل ڈاکٹر کو لے کر آؤ ہری اپ۔۔۔اس نے حکم جاری کیا تو ثاقب چلا گیا۔۔

اس نے جا کر اسے اپنے کمرے کے بستر پر ڈالا۔۔۔وہ لٹا کر ہٹا تو نظر سیدھا اس وجود کے چہرے سے ٹکرائی جس سے اس کا دل پل میں رک کر پھر سے دھڑکا۔

اس کے چہرے پر جا بجا نیل کے نشان تھے۔۔۔بھاری پلکیں آنکھوں پر سایہ فگن تھی نا جانے کب سے۔۔۔ہونٹ پھٹے تھے برے طریقے سے۔۔۔کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے تھے۔۔۔

اس کا سر خود بخود جھک گیا۔۔۔اس پر اپنا کمفرٹر اوڑھتے پھر سے اسے دیکھا۔

جس کی صاف رنگت نشانوں نے چھپائی تھی۔۔۔وہ بیشک بہت حسین تھی۔۔۔۔اس لیے سمیل رانا کے قبضے میں تھی۔۔۔۔

اس نے لب بھینچے۔۔۔اس وجود کے گناہگار کو اس کا دل چاہا کہ کوڑے مارے جائیں۔۔۔۔ابھی وہ کچھ اور سوچتا کہ ڈاکٹر ثاقب کے ساتھ آئی تو وہ انہیں وہیں چھوڑتا باہر نکل گیا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ باہر نکلی۔۔۔۔۔ثاقب باہر ہی انتظار کر رہا تھا۔۔۔اس نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

انہیں کئی بار زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔۔۔اس کے علاوہ برے طریقے سے ان پر تشدد بھی کیا ہے۔۔۔پٹی میں کر چکی ہوں۔۔۔۔دوائیں آپ منگوا لیں وہ پیشہ وارانہ انداز میں بولی۔

ہوش میں کب آئیں گی یہ۔۔۔؟

کچھ کہا نہیں جا سکتا۔۔۔۔وہ گہرے صدمے کے زیرِ اثر بیہوش ہیں۔۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے دو دن میں ہوش میں آجائیں یا کل ہی۔۔۔۔۔

اوکے۔۔۔۔وہ کہتا انہیں باہر کا راستہ دکھاتا اندر بڑھا۔۔۔۔ڈاکٹر اس کی درخواست پر اس کی تمام مرحم پٹی کر چکی تھی۔

اس کا صاف چہرہ دیکھتے اس کا دل عجیب سا ہوا۔۔۔۔۔اس پر سے نظریں پھیرنی چاہیں لیکن ناکام رہا اس لیے کمرے سے ہی نکل گیا۔

اس نے اس حالات میں بہت وجود دیکھے تھے لیکن یہ پہلا تھا جس پر اس کی نظریں ٹک گئیں تھی۔۔۔۔۔میر حاد رضوان جو صنفِ نازک کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا اس کی آنکھیں اس وجود کو دیکھنے کے لیے جیسے گزارشیں کر رہی تھیں۔

مشن کمپلیٹڈ سر۔۔۔۔اس نے میسج لکھ کر بھیجا۔۔

مجھے یقین تھا تم پر۔۔۔۔فوراً جواب موصول ہوا۔۔۔۔

کب لاؤ گے میری حیات کو۔۔۔۔انہوں نے بے چینی سے پوچھا۔۔۔۔

✨✨✨✨✨✨✨✨

کچھ دن سر۔۔۔۔بھروسہ رکھیں۔۔۔۔

تم پر ہی تو بھروسہ ہے انہوں نے کہتے نم آنکھیں صاف کرتے کال ڈراپ کی تو وہ وہیں لیٹ گیا کہ اندر وہ خود موجود تھی۔

وہ اس حالت میں ایک بیٹی کو اس کے باپ کے سامنے نہیں لے کر جانا چاہتا تھا اس لیے اسے یہاں لایا تھا۔۔۔۔

اگلے روز وہ اندر داخل ہوا تو وہ جھکی آنکھوں سے چھت کو دیکھ رہی تھی اسے دیکھتے اس کی آنکھیں بڑی کی اور دوسرے پل اس نے چیختے خود کو بستر میں چھپایا۔

دیکھو۔۔۔۔مجھے کچھ مت کہنا۔۔۔۔میں تمہیں اپنا جسم نہیں دوں گی۔۔۔۔میرے بابا۔۔۔ تمہیں مار دیں گے۔۔۔۔وہ ہزیانی کیفیت میں چلائی تو وہ اس کے قریب آیا۔

خاموش۔۔۔۔۔

سنیں۔۔۔۔

حیا نتت۔۔۔۔۔۔

اس نے کہتے اسے مخاطب کیا۔۔۔اس نے ہونٹ کاٹتے اسے وحشت زدہ نظروں سے دیکھا۔

میجر میر حادر ضوان۔۔۔۔۔۔۔ آپ اس جہنم سے نکل آئیں ہیں اس نے کہتے جیسے کوئی خواب سنایا تھا اسے۔

اس نے یہاں وہاں دیکھا جو چھوٹا سا کمرہ تھا۔۔۔۔وہ شاید اس پر یقین نہ کرتی لیکن سامنے لٹکے اس کے یونیفارم پر نظر پڑتے ہی اس نے جو کیا اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

وہ آگے بڑھتی سسکتے اس کے کندھے پر سر رکھتی اس سے لگ گئی۔۔۔۔اور اپنے ہاتھوں میں اس کے بازو سختی سے تھامے۔۔۔

ب۔۔۔بابا۔۔۔۔۔۔تم تم۔۔۔۔محافظ ہو۔۔۔۔۔کیا سچ میں۔۔۔۔؟

اس نے جبڑے بھینچے اور اپنے بازو سے اسے الگ کرتے سامنے کیا۔۔۔جو سوجی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی اس نے فوراً نظریں چرائیں۔۔۔

یہ پہلی بار تھا کہ کوئی صنفِ نازک میر حادر ضوان کو آنکھیں جھکانے پر مجبور کر گئی تھی اس ڈر سے کہ اس کے جزبات نہ بدل جائیں۔

ہم کل واپس جائیں گے آپ کے بابا کے پاس۔۔۔ابھی کے لیے آرام کریں۔۔۔۔اس نے کہتے قدم دروازے کی طرف بڑھائے۔

محافظ۔۔۔۔۔۔

اس کی سسکتی آواز کانوں میں پڑتے ہی اس نے لب کا کونہ کاٹتے قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

اس کے لیے سوپ بنوایا ملازمہ سے۔۔۔۔۔۔جو نہیں جانتی تھی کہ اس گھر میں کوئی اور وجود بھی ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو معلوم ہو۔۔۔۔

وہ اسے سوپ دینے آیا جو واش روم سے شاید منہ دھو کر نکلی تھی۔۔۔اس کے دھلے چہرے پر نشان اب زیادہ گہرے ہو رہے تھے لیکن وہ ان نشانوں کے ساتھ بھی حسین تھی۔

یہ پی لیں۔۔۔۔۔اس نے سوپ سائیڈ پر رکھا اور کپڑے نکالنے لگا۔۔۔۔جو وہ باہر والے واش روم میں تبدیل کر لیتا۔۔۔۔

میں کسی کام سے جا رہا ہوں۔۔۔شام کو واپسی پر آپ کو آپ کے گھر چھوڑ دوں گا اس نے کہا تو وہ اس نے سر اثبات میں ہلایا اور باؤل اٹھائے تیزی سے سوپ پینے لگی۔

اسے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اسے بھوکا بھی رکھا گیا تھا۔۔۔۔لیکن وہ اتنی چوٹوں کے بعد بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔۔۔

وہ سب سوچتا باہر نکل گیا۔

😩😩😩😩😩😩😩

اس کے جانے کے بعد اس کے گہرا سانس بھرا اور جھپاک سے صوفے پر گری۔۔۔۔۔ لیکن پھر خود پر نظروں کی تپش محسوس کر کے یہاں وہاں دیکھا۔

تو نظریں سیدھا اس سے جا ٹکرائی جو ریلنگ کے پاس کھڑا اسے ہی گھور رہا تھا۔

وہ اٹھی اور تیر کی اسپیڈ سے تایا جان کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔۔۔وہ بھی سر نفی میں ہلاتا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

تایا جان آپ نے بلایا۔۔؟اس نے اندر داخل ہوتے کہا۔۔میر رضوان جو اخبار پڑھ رہے تھے مسکرائے۔

جی میری شہزادی آپ کو بلایا ہے۔۔۔۔ لیکن پچھلے بیس منٹ سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں ہم انہوں نے شائستگی سے کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے ساتھ بٹھایا۔

بابا!! یہ جو عادی ہے نا مجھے تنگ کر رہا تھا۔۔۔اور آپ کو تو پتا ہے نا پھر میرا۔۔میں نے بھی اس کے سر کے آدھے بال اتار دیے بڑی محبت ہے نا اسے اپنے بالوں سے۔۔بڑا اور گینک شیمپو لاتا پھرتا ہے۔۔۔وہ دانت پیس کر بولتی انہیں ہمیشہ کی طرح کیوٹ لگی۔

ہم پوچھیں گے اس سے کیوں ہماری بیٹی کو تنگ کرتا ہے۔۔۔انہوں نے کہا تو اس نے گردن اکڑائی۔

اچھا میری شہزادی سے ہمیں ایک بات کرنی تھی۔۔۔تایا جان کی ایک خواہش کو پوار کرے گی ہماری بیٹی۔۔۔؟انکوں نے مان سے کہا۔

وہ جب چاہتی انہیں تایا جان کہتی جب چاہتی بابا بلاتی تھی۔۔۔

ان کے لہجے میں ہمیشہ اسے محبت دکھتی تھی لیکن آج ان کے لہجے میں مان محسوس کرتے اس نے پہلے انہیں اور پھر سامنے بیٹھی فرزین بیگم کو دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔

جی بابا!!۔۔۔ آپ کی بات میں کیوں نہیں مانوں گی۔۔۔ اس نے ان کا ہاتھ تھامتے عقیدت سے کہا۔۔۔

آپ کے لیے ایک فیصلہ لیا ہے میں نے بہت سوچ سمجھ کر۔۔۔ مجھے امید ہے میری بیٹی میرا کہا مان کر مجھے رسوا ہونے سے بچالے گی۔۔۔۔

اس نے سامنے فرزین بیگم کو دیکھا جنہوں نے اسے دیکھتے آنکھوں کو بند کر کے تسلی دی تھی۔۔۔

وہ جانتی تھی کہ وہ کتنی لاابالی سہی مگر وہ حساس تھی بے حد حساس۔۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو دینے والی۔۔ دل کو لگا کر بیمار پڑ جانے والی۔۔۔۔

آپ ہمارے بھائی سے زیادہ ہماری بیٹی ہیں۔۔۔۔ وہ اگر زندہ ہوتے تو ہم یہ بات اسی سے کرتے۔۔۔۔۔۔ لیکن اب ہم آپ کے بابا ہیں تو ہم نے آپ کا رشتہ میر دلاور سے کیا ہے۔۔۔۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔۔۔؟

ہم چاہتے ہیں آپ ہمیشہ ہمارے پاس رہیں، سب کی نظروں کے سامنے۔۔۔۔۔

بابا!!۔۔۔ اس نے حیرت سے آنکھیں بڑی کرتے انہیں دیکھا۔۔۔۔ فرزین بیگم نے ایک لمحے کو اپنے شوہر کو دیکھا۔۔۔ جیسے کہنا چاہ دہی ہوں کہ مزید بات نہ کی جائے۔

آپ ہماری بیٹی ہیں حور۔۔۔ ہماری شہزادی۔۔۔۔ ہم نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔۔۔ لیکن جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہو گا۔۔۔

مگر بابا۔۔۔ وہ مجھے پسند نہیں کرتے تو پھر شادی۔۔۔۔ اس نے چھوٹے سے دماغ کو سمجھایا۔۔۔

ابھی ہم صرف نکاح کریں گے۔۔۔۔رخصتی آپ کی پڑھائی پر۔۔۔۔ہم صرف آپ کو سیف ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں زندگی موت کا کیا بھروسہ۔۔۔۔۔۔ہم نہیں چاہتے ہماری شہزادی ہمارے بعد رل جائے۔۔۔۔۔انہوں نے کہتے اسے ساتھ لگایا جیسے سچ میں ایسا کچھ ہوا ہو۔۔۔۔۔

اس نے نم آنکھوں سے انہیں دیکھا۔۔۔۔بابا!!! آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں۔۔۔۔آپ جیسا کہیں گے ویسا ہی ہو گا۔۔۔۔

آپ ان کی جگہ بھی جس کسی کا نام لیتے میں آپ کو انکار نہ کرتی۔۔۔کیونکہ مجھے پتا ہے اس دنیا میں سب میرے خلاف ہو سکتے ہیں پر میری امی اور بابا!!! نہیں۔۔۔۔۔وہ پیار سے انہیں امی اور بابا کہا کرتی تھی۔

فرزین بیگم نے اٹھ کر اس کا ماتھا چوما۔۔۔میری بیٹی۔۔۔۔۔ان دونوں کو وہ بے حد عزیز تھی شاید اپنی سگی اولاد سے بھی زیادہ۔

میری شہزادی۔۔۔۔۔رضوان صاحب نے کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔

پر بابا میری بات سنیں انہیں سمجھا دیں اگر انہوں نے مجھے ڈانٹا۔۔۔یا مجھے چپس، املی اور آئس کریم کھانے سے ٹوکا، اور مجھے بلاوجہ سب کے سامنے ڈانٹا تو آپ بھی انہیں ڈانٹیں گے سب کے سامنے۔۔۔۔۔

بالکل۔۔۔وہ مسکرائے۔۔۔۔

اور ہاں۔۔۔۔

امی۔۔۔میں نے اپنی شادی کا جوڑا خود جا کر پسند کروں گی۔۔۔۔خود جا کر۔۔۔۔۔اس نے باری باری ساری شرطیں ان کے سامنے رکھیں تو فرزین بیگم نے فوراً سر ہاں میں ہلایا۔

وہ تو معصوم اور لاابالی سی تھی۔۔۔۔اس کی انہیں اصلی فکر تو اپنے سپوت کی تھی۔۔۔۔جو یہ سب سن کرنا جانے کیسے ری ایکٹ کرتا۔

وہ اپنے تایا جان کے ساتھ بیٹھی نا جانے کیا راز و نیاز کر رہی تھی۔۔۔فرزین بیگم مسکرا کر انہیں دیکھتی باہر اپنے بیٹے کو دیکھنے کی غرض سے نکل گئیں۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻

رات کے دس بجے وہ نیچے آیا تو خاموشی کا راج تھا جو ان کے گھر ہونا مشکل ہی تھا۔

اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہوا۔۔۔وہ رات کو تھوڑا سا وقت اپنے ماں باپ کے ساتھ ضرور گزارا کرتا تھا۔

فرزین بیگم نے اس کا ماتھا چوما اور اسے دیکھتے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا۔۔۔

چھ فٹ سے نکلتا قد، بھاری باڈی جو سخت ڈیوٹی اور باقاعدگی سے جم کرنے کی وجہ سے تھی، بھورے سلکی بال جو ماتھے پر لاپرواہی سے بکھرے تھے، کالے شلوار قمیض پر چادر کندھے پر رکھے وہ رات کے وقت بھی بالکل تیار لگ رہا تھا انہیں۔۔۔۔آنکھوں اور چہرے پر سنجیدگی، بھینچے ہونٹ، بادامی رنگت وہ مردانہ وجاہت کا شاہکار تھا۔

ان کے ذہن میں فوراً اپنی جھلی اولاد آئی جو اس سے بالکل مختلف تھی، گلابی رنگت، بھورے ہی شولڈر کٹ بال، بھرے گال لیے وہ اس کے سامنے تو نازک سی بچی ہی لگتی تھی۔

آ جاؤ برخودار تمہارا ہی انتظار تھا۔۔۔انہوں نے ٹی وی بند کرتے اسے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ مدھم سی مسکراہٹ لیے بیٹھ گیا۔

یہ مسکراہٹ بھی صرف اس کے اپنوں کے لیے آتی تھی چہرے پر۔۔۔۔

فرزین بیگم ان باپ بیٹوں کے لیے چائے بنانے نکل گئیں۔۔۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا میر دلاور نے حور کو بنانے کے لیے کہا تھا جو وہ بھول گئی تھی۔

کچھ بات کرنی ہے تم سے۔۔۔ یہاں وہاں کی باتوں کے بعد رضوان صاحب مدعے پر آئے تھے۔

جی بابا کریں۔۔۔۔۔ تب تک چائے آچکی تھی اس نے چائے تھامتے ماں کو ساتھ ہی صوفے پر بٹھا کر ان کے گرد حصار بنایا۔۔۔ یہ اس کا لاڈ جتانے کا بھی ایک طریقہ تھا۔

پہلے تو تم ہماری بیوی سے چپکنا بند کرو۔۔۔۔ انہوں نے کہا تو اس کا قہقہہ بلند ہوا۔۔۔

آپ کی بیوی بعد میں میری ماں پہلے ہیں وہ تو آپ بھول جائیں کہ ایسا ہو گا اور دوسرا بتائیں کیا بات کرنی تھی آپ نے۔۔۔؟

دیکھو میر۔۔۔۔۔ ہم اگلے مہینے عمرے پر جا رہے ہیں۔۔۔ زندگی موت کا کوئی بھروسہ نہیں۔۔ کیا پتا وہاں سے آنا بھی نصیب ہوتا ہے یا نہیں تو گھر کی زمہ داری تم پر آتی ہے۔۔۔

پہلی بات تو بابا۔۔۔ رب العالمین آپ کو ہماری بھی زندگی دے اس طرح کی باتیں نا کریں اور گھر والے اب بھی میری زمہ داری ہیں اور اس زمہ داری میں میر دلاور کبھی نہیں چوکے گا۔۔۔

اس کے والدین کی آنکھوں میں فخر در آیا۔

ہم چاہتے ہیں اس آنے والے جمعے کو آپ کا اور حور کا نکاح کر دیا جائے۔۔۔ اور یہ پہلا جھٹکا لگا تھا اسے۔۔۔۔

بابا۔۔۔۔؟ اس نے حیرت سے سیدھا ہوتے کہا اور چائے کا کپ سامنے میز پر رکھا۔۔

ایسی بھی کوئی بات نہیں کی ہے ہم نے میر کہ تمہارے تاثرات ہی بدل جائیں۔۔۔

یہ ایسی ہی بات ہے بابا۔۔۔وہ سات سال چھوٹی ہے مجھ سے۔۔۔۔۔۔اور ابھی پڑھ رہی ہے۔۔۔اسے سمجھ نہ آیا کہ کیسے سمجھائے اپنا موقف۔۔۔

ہم تمہارے لیے ایک بار غلط فیصلہ لے چکے ہیں میر۔۔۔اور تب اگر تم نے ہمارے حکم پر سر جھکایا تھا تو اب کیوں نہیں۔۔۔

کیونکہ بابا وہ میری ہم عمر تھی، میچیور لڑکی جو زندگی میں میرے ساتھ چل سکتی۔۔۔۔۔

تو کیا ایسا ہو پایا۔۔۔۔؟انہوں نے اسے لاجواب کیا۔۔۔تو اس نے سختی سے ہونٹ بھینچے۔۔۔

آپ حاد یا عادی سے بھی کرواسکتے ہیں بابا۔۔۔وہ تو بس دو سال بڑا ہے اس سے۔۔۔۔۔۔اس نے اپنی طرف سے حل نکالا تھا۔

حاد مشن سے نا جانے کب لوٹے اور عادی ابھی لاابالی ہے۔۔۔اپنی زمہ داریاں نہیں سمجھتا۔۔۔اور ہم نے شروع سے حوریہ کو تمہارے لیے سوچا تھا۔۔۔۔اگر آج اس کے ماں باپ زندہ ہوتے تو مجھے لگتا ہے انہیں بھی اس رشتے پر اعتراض نہ ہوتا۔۔۔۔

لیکن بابا آپ سمجھ نہیں رہے ہیں۔۔۔۔۔۔وہ لاابالی طبیعت کی مالک ہے ابھی۔۔۔۔۔۔وہ میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا تو کیا تو میری سوچ پر بھی پورا نہیں اترتی اور۔۔۔۔۔

برخودار دنیا دیکھی ہے ہم نے۔۔۔ایک دن تم اپنے باپ کے اسی فیصلے پر ناز کرو گے۔۔۔انہوں نے اسے ایک اور جواز دیا۔

ماما آپ سمجھائیں بابا کو۔۔۔۔۔۔اس نے ماں کو بیچ میں گھسیٹا۔۔۔

اور اگر ہم کہیں ہماری بھی یہی خواہش ہے تو۔۔۔۔دیکھو دلاور تم اچھے سے اسے ہینڈل کر سکتے ہو۔۔۔مانتی ہوں وہ لاابالی ہے لیکن ہے بہت ہی قیمتی اور حساس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم اسے کسی کے ہاتھ نہیں سونپ سکتے سوائے تمہارے۔۔۔۔۔

آپ مطلبی ہو رہے ہیں اس کو لے کر۔۔۔۔۔۔اس نے ٹانگ سے ٹانگ اتارتے کہا۔۔۔

اگر اسے اعتراض نہیں تو تمہیں کیوں ہے۔۔۔اتنی بھی گئی گزری نہیں ہے ہماری اولاد۔۔۔۔۔۔وہ اتنی حسین اور مکمل تو ہے ہی کہ اگر آج ہم اس کے لیے رشتہ ڈھونڈیں تو سو رشتے اس کے لیے کھڑے ہوں۔۔۔۔۔

یہ اسے دوسرا جھٹکا لگا تھا۔۔۔وہ مان گئی تھی۔۔۔اس نے گہرا سانس بھرا۔۔۔۔ہونٹ کا کنارہ دانتوں تلے لیا۔

اگر زندگی نے اس کے لیے یہی سوچا تھا تو یہی سہی۔۔۔اور حوریہ ذیشان کو وہ اپنے رنگ میں ڈھال ہی لیتا۔۔۔اس کی باتیں یاد کرتا وہ زہریلا سا مسکرایا۔

مجھے منظور ہے باں ا۔۔۔۔۔اس نے کہتے ان کا ہاتھ تھاما تو دونوں میاں بیوی مسکرائے۔

ہمیں فخر ہے تم پر میر۔۔۔۔ہمیں یقین ہے تم سے بہتر ہماری شہزادی کو کوئی تحفظ نہیں دے سکتا۔۔۔۔

آنے والے جمعے کو نکاح چاہتے ہیں ہم۔۔۔۔۔۔رخصتی حوریہ کی پڑھائی کے بعد ہو گی۔۔۔۔

نہیں بابا۔۔۔۔میں اتنی دیر نہیں کرنا چاہتا۔۔۔آپ نکاح بیشک کر لیں لیکن آپ کے عمرے سے آنے کے بعد میں رخصتی چاہتا ہوں۔۔۔اس نے دوٹوک لہجے میں کہا کہ اتنی دیری کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا وہ۔۔۔۔۔وہ بھی تب جب حور کی لاابالی طبیعت سے واقف ہو۔۔۔۔

میرا ابھی اس کی پڑھائی۔۔۔۔

سب کروالوں گا میں۔۔۔۔اس نے ان کو ہر فکر سے آزاد کیا۔۔۔لیکن وہ حور کو کہہ چکے تھے۔۔۔۔۔

فرزین بیگم نے انہیں دیکھتے سرہاں میں ہلایا۔۔۔اتنی مشکل سے وہ مانا تھا۔۔۔اور رخصتی کبھی نا کبھی تو کرنی تھی تو اب کیوں نہیں۔

ٹھیک ہے۔۔۔انہوں نے کہتے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

شام سات بجے اس کی واپسی ہوئی تو وہ باہر لاونج میں شاید اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی اسے دیکھتے فوراً کھڑی ہوئی جو اس وقت یونیفارم میں تھا۔

آج پہلی بار کوئی اس کا انتظار کرتے اسے دیکھتے یوں کھڑا ہوا تھا۔۔۔اس نے اسے دیکھتے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور باہر نکل گیا۔

بھوک اور تھکاوٹ تھی بے حد کہ دوراتوں سے وہ سویا نہ تھا لیکن اس لڑکی کی آنکھوں کی چمک کو ماند نہیں پڑتے دینا چاہتا تھا۔

اپنے گھر قدم رکھتے وہ اندر کی طرف بھاگی تھی۔۔۔۔

بابابا۔۔۔۔۔۔۔

حیات میری جان۔۔۔۔۔انہوں نے اسے گلے لگاتے دروازے پر کھڑے حاد کو دیکھ کر آنکھیں بند کی تو وہ مدھم سا مسکرایا۔

وہ ان کے ساتھ لگی اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔اس کا ہچکولے لیتا وجود دیکھتے اس نے جبڑے بھینچے اور مٹھیاں بند کیں نجانے کیوں لیکن اسے برا لگا تھا۔

آجاؤ۔۔۔

انہوں نے کہتے اسے پاس بلایا تو اس کے پاس آتے انہوں نے اسے ساتھ لگایا۔۔۔۔اب منظر یہ تھا کہ وہ ایک طرف تھی اور دوسرے بازو میں وہ۔۔۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں۔۔۔۔وہ تو کب کی ہٹا چکی تھی لیکن وہ ان دو نین کٹوروں میں ڈوب گیا جو اب بھی سوجی ہوئیں تھی۔

میں عدت میں ہوں بابا۔۔۔۔اس نے کہتے سر ان کے سینے میں چھپایا۔۔۔۔۔تو انہوں نے اس کا ماتھا چوما۔۔۔۔۔

اسے وہ لڑکی عام لڑکیوں سے مضبوط لگی۔۔۔وہ کتنی چھوٹی سے بات بھی کتنے پر سکوں طریقے سے بتا گئی تھی۔۔۔۔۔

جلد تمہارے ساتھ کام کرے گی میری بہادر بیٹی انہوں نے اس کی حیرت کو بھانپتے کہا تو وہ چونکا۔۔۔

سر ان سے کچھ انفارمیشن چاہیے ہو گی۔۔۔ابھی تو میں چھٹی پر جا رہا ہوں اپنے بھائی کے نکاح پر میری موجودگی لازم ہے اور پھر مجھے مشن پر جانا ہے۔۔۔اس کے بعد ملاقات ہو گی۔۔۔۔وہ کہتا باہر نکل گیا۔

وہ جانتا تھا سامنے موجود لڑکی عدت میں ہے تو اس دوران اسے مل کر صرف کیس کی جانچ پڑتال کرنا مناسب نہ لگا۔

لیکن اپنی پشت پر نظریں اس نے محسوس کی تھی اب وہ نظریں نا جانے کس کی تھی اس لڑکی کی یا اس کے باپ کی۔۔۔۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻

چھٹی سے واپسی پر اس نے اس سے پوچھ گچھ کرنی تھی اب جو اس کے کیس کے لیے معاون ثابت ہوتی۔۔۔

وہ ان سے اجازت لے چکا تھا۔۔۔اس لیے آج دوپہر کے وقت وہاں موجود تھا۔۔۔۔وہ دوراتوں سے سویا تک نا تھا کام کے پریشر کی وجہ سے۔

ابھی بھی وہ سنجیدگی سے بیٹھا تھا۔۔۔۔۔۔کہ شکیل احمد اندر داخل ہوئے تو وہ احترام میں کھڑا ہو گیا۔

انہوں نے آگے بڑھتے اسے ساتھ لگایا۔۔۔۔وہ سمجھ گئے تھے کہ ساڑھے چار ماہ بعد کیوں آیا ہے کیونکہ ان کی بیٹی عدت میں تھی۔۔۔۔۔انہیں اس کی سوچ پر رشک آیا۔

اپنے کمرے میں ہے حیات۔۔۔۔جاسکتے ہو۔۔۔۔انہوں نے کہا تو وہ چونکا۔۔۔۔

باپ تھے کیسے ناسامنے موجود شخص کی آنکھوں میں چھپا راز جان پاتے۔۔۔۔مسکراتے سر ہلایا۔

آپ بھی چلتے سر۔۔۔ساتھ۔۔۔وہ شاید پہلی بار ہچکچایا تھا۔۔۔۔

مجھے گروسری کے لیے جانا ہے بھیا۔۔۔۔انہوں نے مزاح کرتے کہا۔۔۔۔۔۔تو وہ ہلکا پھلکا ہو تا ملازم کے ساتھ اوپر کی طرف چل دیا۔

ملازم جا چکا تھا۔۔۔اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔۔

آجائیں۔۔۔۔۔

فاخرہ اماں۔۔۔آپ کو کتنی بار کہا ہے بنا کھٹکھٹائے آجایا کریں۔۔۔۔۔اس نے کہتے دروازے کی طرف چہرہ کیا۔

ساڑھے چار ماہ بعد اس محسن کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔۔جس کی وجہ سے آج وہ آزاد تھی۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔۔۔۔

میر حادر ضوان نے یہاں وہاں دیکھتے سلام کیا تو اس نے بھی سر پر دوپٹہ ٹکاتے جواب دیا۔

کچھ وقت چاہیے تھا آپ کا۔۔۔۔۔

ضرور بیٹھیں اس نے اس کو دیکھتے کہا جس نے اسے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ دونوں آمنے سامنے خاموشی سے بیٹھے تھے۔۔۔۔حیات کا چہرہ جھکے دیکھ اس نے اسے دیکھا تھا۔

ان ساڑھے چار مہینوں میں میر حادر ضوان نے خود میں جو بے نام سی بے چینی محسوس کی تھی وہ جیسے اب اسے خود میں ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملی تھی۔

نظر بھر کر اسے دیکھنے کے بعد اس نے دل میں خود کو کوسا۔۔جو زندگی میں پہلی بار دھڑکا تھا۔

کچھ معلومات چاہیے تھی۔۔۔مجھے امید ہے آپ جھجکے گی نہیں ان نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے ہلکے سے سر ہلایا۔

کیا سمیل رانا کا کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے جو آپ جانتی ہیں؟

جی۔۔۔یہ جگہ جہاں مجھے رکھا گیا تھا یہ اس کا عارضی قیام تھا۔۔۔جہاں وہ کبھی کبھی پایا جاتا ہے۔۔لیکن اب کے بعد نہیں۔۔۔۔کیونکہ یہ جگہ فوج کی نظروں میں آچکی ہے۔۔۔اس نے سر جھکائے ہی تفصیلاً جواب دیا۔

آپ جب وہاں موجود تھیں تو کیا کیا ایسی حرکات تھی جو آپ نے محسوس کیں۔۔۔؟

سب ہی مشکوک تھا۔۔۔میں اس شخص کی بیوی تھی اس لیے وہ ہر بات کھل کر کرتا تھا۔۔۔کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میرا وہاں سے نکلنا کبھی ناممکن ہے۔۔۔

اوکے۔۔۔۔کچھ اور۔۔۔۔

اگلے مہینے اسے ٹرک موصول ہو گا جس میں اسلحہ اور ڈرگز ہے۔۔۔۔یہ کسی انڈر ورلڈ کے مافیا گروپ کی طرف سے بھیجا جائے گا۔۔جس کا ستر فیصد سمیل رانا انہیں دے چکا ہے۔۔۔باقی کا تیس فیصد ٹرک آنے کے بعد۔۔۔

اس کے اتنے تفصیلی جواب پر وہ اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔

اوکے۔۔۔۔۔۔

ٹرک کہاں سے آنا ہے کیا آپ جانتی ہیں۔۔۔۔۔

اسلام آباد۔۔۔۔۔ پہنچایا جائے گا پہلے اور وہاں سے یہاں۔۔۔۔۔ یہ میرے پاس کچھ معلومات ہے وہ اٹھ کر سامنے الماری کے پاس گئی۔

لاک اپ میں سے اس نے ایک فائیل اور ایک چپ نکالی اور اس کے پاس آئی۔

وہ جو میٹنگ کے سلسلے میں آیا تھا سامنے اسے بیٹھا دیکھ اس کی دماغ کی رگیں تنی۔

وہ اپنی دوست کے ساتھ ارد گرد سے لاپرواہ قہقہے لگا رہی تھی۔۔۔۔اس کے ہر قہقہے پر آدھی عوام اسے مڑ کر دیکھتی اور مسکرا دیتی۔

وہ پینٹ کے ساتھ وائٹ شارٹ کرتی، اونچی پونی کیے لگ ہی اتنی حسین رہی تھی۔

میر دلاور کا غصہ آسمان کو چھونے لگا اس پر سب کی نظریں محسوس کرتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کی طرف گیا۔

مجھے شیک پینا ہے۔۔۔۔ وہ منہ بسورتے اپنی دوست سے بولی لیکن اپنے سامنے میر دلاور کو دیکھتی اس کا خون سوکھا۔

آپ۔۔۔۔ اس نے زبان تر کرتے کہا۔۔۔۔

گاڑی میں پہنچو باہر دو منٹ میں۔۔۔۔۔ اگر تم دو منٹ سے دیر ہوئی نا حوریہ ذیشان تو سزا کے لیے تیار رہنا۔۔۔۔ وہ کہتا باہر چلا گیا تو اس نے دھڑکتے دل کو سنبھالتے اپنی دوست کو الوداع کہتے باہر کی طرف قدم اٹھائے۔

اسے دیکھتے میر دلاور نے گاڑی کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا کہ وہ حل کر رہ گئی۔۔۔اس کے بیٹھتے اس نے گاڑی تیزی سے بھگائی۔

کس کی اجازت سے آئی تھی۔۔۔میر دلاور کی سخت آواز پر اسے جان جاتی محسوس ہوئی۔۔۔

میں۔۔۔وہ۔۔۔۔

جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔۔۔اس نے سٹرینگ پر پکڑ مضبوط کرتے کہا۔۔۔اسے اس لڑکی کے وہ الفاظ اب تک نہ بھولے تھے لیکن اس پر کسی اور کی نظریں اسے جنجر کی طرح لگی تھی۔۔۔۔

وہ جلد یا بدیر اس کے نکاح میں آنے والی تھی۔۔۔

اور اس کی لاابالی طبیعت سے وہ خاصا بیزار دکھتا تھا۔

بس ایسے ہی آئی تھی۔۔گھر جا کر بابا کر بتا دیتی۔۔۔وہ منمنائی تو میر دلاور نے اسے سرخ نگاہوں سے گھورا۔

گاڑی گھر میں آکر رکی تو وہ تیزی سے اندر بھاگ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے اندر آیا اس کے کمرے کی آتے ایک نظر کمرے کو دیکھا جو بکھرا پڑا تھا۔

یہاں آؤ۔۔۔وہ جو دوپٹہ اتارتی واش روم میں جا رہی تھی اس کی ٹانگیں لرزی۔۔۔۔

جی۔۔۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس تک گئی۔

حوریہ ذیشان اب تم مجھے اس حلیے میں باہر کہیں دکھی تو تمہیں جان سے مار دوں گا میں یاد رکھنا۔۔۔

حوریہ نے ڈرتے اسے دیکھا۔۔۔۔

آپ کون ہوتے ہیں مجھ پر پابندیاں لگانے والے۔۔۔وہ آنکھوں میں آنسو لیتے چیخی۔۔

آواز آہستہ۔۔۔۔۔اس کا ہاتھ تھامتے اس کی قمر کے ساتھ لگاتے وہ پھنکارا۔۔۔۔

یہ تم بھی جانتی ہو اور میں بھی کہ اس رشتے پر تم مجھ سے پہلے حامی بھر چکی ہو۔۔۔۔بہت شوق تھا نا تو اب خود کو میرے رنگ میں رنگتا تم جلد محسوس کرو گی میر دلاور نے کہتے جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

میں منع کر دوں گی بابا کو۔۔۔اس کو باہر جاتے دیکھ وہ بولی تھی۔۔۔آنسو لگاتار آنکھوں سے گر رہے تھے۔

مجھ سے رہائی اب ممکن نہیں۔۔۔۔میر دلاور جس بات پر ہاں کر دے اس سے پھر تا نہیں اور تم پر میری نام کی مہر لگ گئی ہے حوریہ زیشان۔۔۔

حوریہ میر دلاور رضوان بننے کے لیے تیار رہنا وہ اسے بہت کچھ باور کرواتا باہر چلا گیا۔

حوریہ اس کی پوسیسونس کے ساتھ اس کا غصہ دیکھتی ڈر گئی تھی۔۔۔۔لیکن یہ سچ تھا وہ بابا کو منع نہیں کر سکتی تھی اب۔۔۔اور میر دلاور ایسا ہونے بھی نہ دیتا۔

اسے اپنے کہے الفاظ یاد آئے۔۔۔۔وہ کیسے اس کے ساتھ زندگی گزارتی۔۔۔وہ اوندھے منہ بیڈ پر گری رونے لگی۔

🌙🌙🌙🌙🌙🌙🌙🌙🌙

حیات نے فائیل اس کو تھمائی۔۔۔۔اس میں تمام معلومات ہیں کہ کتنے لوگ موجود ہیں اس میں۔۔۔۔ٹرک کے موصول ہونے کی تاریخ اور پتہ سب۔۔۔۔۔

گڈ ورک۔۔۔۔اس نے تعریفی انداز میں کہا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

باقی معلومات وہ ان چار مہینوں میں جمع کر چکا تھا۔۔۔۔

وہ کھڑا ہوا تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھی۔۔۔ایک بار پھر نظروں کا تصادم ہوا تھا۔۔۔۔

حیات۔۔۔۔۔اس نے باہر جانے سے پہلے اسے پکارا۔۔۔

جی۔۔۔۔حیات نے چونک کر نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔۔۔۔

آپ اس حالت میں۔۔۔۔۔؟

وہ دن میں نے وہاں کیسے گزارے ہیں یہ میں اور میرا خدا جانتا ہے۔۔۔۔۔اس نے کھڑکی کے پاس جا کر نیچے لان میں دیکھتے کہا۔

وہ شخص صرف میرے باپ کو نیچا اور میری زات کو روند کر ہمیں یہ بتایا چاہتا تھا کہ وہ جیت گیا۔

اور ہاں وہ سچ میں جیت گیا۔۔۔اس نے میری زات کو برے طریقے سے روند دیا۔۔۔۔۔وہ کہتے تھمی۔۔۔۔حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تھا شاید۔۔۔

لیکن ایک رات وہ مجھے نشہ کروانا چاہتا تھا۔۔۔۔وہ ہائی تھا مورفین لے کر۔۔۔۔۔اور مجھے بھی زبردستی کروانا چاہتا تھا۔۔۔

میں نے اسے دھکا دیا جس سے اس کا سر ٹکرایا پیچھے دیوار سے۔۔۔۔بدلے میں اس نے مجھے دنیا جہان کی گالیوں سے نوازا اور آخر میں مجھ پر تین حرف بھیج کر مجھے اس عذاب سے نکال دیا جس میں میں روز گھٹ رہی تھی۔

میں اس دوران سمیل رانا کے خلاف ثبوت بھی ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔جو یہی ملے تھے بس مجھے۔۔۔شاید اس فارم ہاؤس میں اتنا کچھ ہی تھا۔

اس کے طلاق دیتے ہی میں نے وہاں سے نکلنا چاہا تھا۔۔۔لیکن اسے شک ہو گیا۔۔۔اس نے مجھ پر سکیورٹی تنگ کر دی۔

لیکن وہ پھر بھی مجھ پر برتری چاہتا تھا وہ بھول گیا تھا کہ وہ نشے میں مجھے طلاق دے چکا ہے۔۔۔

میں نے ہر دن رات اس سے اپنی حفاظت کی ہے۔۔۔۔۔ ہر بار میرا دھتکارنا سمیل رانا کو نئے سرے سے پاگل کر دیتا تھا اور جس دن۔۔۔۔وہ تھی۔۔۔۔

اس دن اس نے مجھے جلانے کی کوشش کی تھی کیونکہ اسے لگتا تھا کہ اب میں اس کے کسی کام کی نہیں۔۔۔۔۔ میں اسے قریب بھی نہیں آنے دیتی تھی۔۔۔

وہ مرد تھا بیشک اتنی طاقت تھی اس میں۔۔۔ لیکن نشے نے اس کی جڑیں کھوکھلی کر دی تھیں۔۔۔

اور میرے باپ کی سخت ٹریننگ مجھے اجازت نہ دیتی تھی کہ میں اس شخص کے گناہ سے خود کو بچا نا پاتی۔

وہ ہر روز نئی لڑکی کے ساتھ پایا جاتا تھا اور اس دن اس نے مجھے تشدد کا نشانہ بنایا کیونکہ اس دن اس کے گارڑز اس کے ساتھ تھے کیونکہ وہ کچھ ہوش میں تھا۔

اور پھر آپ آگئے اور آج میں یہاں ہوں۔۔۔۔

وہ چپ ہو گئی تھی۔۔۔۔

میر حادر ضوان نے اس لڑکی کو دیکھا جو مضبوط تھی۔۔۔۔ جس کی آنکھ سے ایک بھی آنسو نا ٹپکا تھا۔

اس نے دل میں موجود خیال پر مہر لگائی۔۔۔۔ رب کے دربار میں اگر اسے اجازت تھی تو کیوں نہیں۔۔۔۔

"آپ سے بہت جلد ملاقات ہو گی حیات۔۔۔۔ شاید تب میں بہتر طریقے سے آپ کی مسیحائی کر سکوں" وہ کہتا نکل گیا۔

لیکن حیات اس کے لفظوں میں ہی کھو گئی۔

✨✨✨✨✨✨✨✨

اس دن کے بعد وہ کیس کے سلسلے میں آتا رہا تھا۔۔۔۔ شکیل احمد سے ڈسکشن کے لیے لیکن وہ کم ہی سامنے آتی تھی۔

شاید اس دن کے بعد اپنے راز بتانے کے بعد وہ انسکیور ہو گئی تھی۔۔۔۔

حیات بھی اس کیس میں تمہارے ساتھ کام کرے گی برخودار انہوں نے کہا تو اس نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

لیکن سر میں ایسا نہیں چاہتا۔۔۔

شکیل احمد نے اسے دیکھا۔۔۔ اس نے پہلی بار ان کے کسی بات اور حکم کی نفی کی تھی۔۔۔ ضرور کوئی وجہ تھی اس کے پیچھے۔

میں ضرور کروں گی اس کیس پر کام۔۔۔۔ وہ جو چائے لائی تھی اس کی بات سنتے فوراً بولی۔۔۔

میر حاد نے اسے دیکھتے سنجیدگی سے رخ موڑ لیا تو اسے اپنی سبکی محسوس ہوئی۔

وجہ جان سکتا ہوں میں۔۔۔۔۔؟ برجودار۔۔۔ انہوں نے کہتے اس کے چہرے پر کچھ تلاشنا چاہا۔۔۔

حیات بیٹا آپ جائیں اپنے روم میں۔۔۔۔ انہوں نے کچھ سمجھتے کہا۔

بابا لیکن میں اس کیس پر کام ضرور کروں گی جو بھی ہو جائے۔۔۔ وہ ضدی لہجے میں کہتی چلی گئی تو وہ میر حاد کی طرف متوجہ ہوئے۔

سر۔۔۔ اس نے کہتے ہاتھ مسلے۔۔۔۔

آرام سے برخودار۔۔۔ اتنا کیوں ہچکچا رہے ہو آج۔۔۔۔۔۔ جانتے تھے وہ کیا بات کرنے والا ہے۔

سر میرے والدین آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔۔۔

کس معاملے میں انہوں نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔ آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

حیات کے بارے میں۔۔۔۔میں انہیں لے کر سنجیدہ ہوں۔۔۔اور امید کرتا ہوں آپ مجھ پر بھروسہ کریں گے اس نے ڈھکے چھپے لفظوں میں کہا۔

اچھا۔۔۔انہوں نے سر پر ہاتھ رکھتے سوچنے والے انداز میں کہا۔۔۔

ٹھیک ہے تمہارے والدین کو ہی جواب دوں گا میں سوچ کر انہوں نے کہا۔۔۔

جی مناسب سر۔۔۔اس نے کہتے کھڑا ہوتے ان سے مصافحہ کیا اور باہر نکل گیا جب کہ وہ دور تک اسے دیکھتے رہے۔

اس کی آنکھوں میں انہوں نے تب ہی وہ عزت اور چمک حیات کے لیے محسوس کی تھی جب وہ اسے باحفاظت گھر لایا تھا۔

انہیں پسند تھے وہ مرد۔۔۔جو بہتر طریقے سے محرم رشتوں پر بھروسہ رکھتے تھے۔۔۔پہلے انہیں پل کے لیے لگا تھا کہ یہ سب کچھ جلدی ہے لیکن نہیں کچھ کام اپنے وقت پر ہو جانے چاہیے۔

میر حادر رضوان کو وہ تب سے جانتے تھے جب سے وہ اس فیلڈ میں آیا تھا۔۔۔اب وہ اس کے گھر والوں کے فون کے انتظار میں تھے پھر ہی وہ حیات سے پوچھتے۔

اگلے روز ہی فون آچکا تھا ان کا۔۔۔وہ باقاعدہ آنا چاہتے تھے۔۔۔شکیل احمد نے انہیں بلا لیا تھا۔۔۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻

اس دن کے بعد دونوں کی ہی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

اور پھر کیسے ہفتہ گزرا پتا بھی نہیں چلا۔۔۔عادی اور حاد ان دونوں کے لیے بے حد خوش تھے۔

لیکن عادی اسے اس دن سے کافی چھیڑ رہا تھا جس سے کبھی وہ آگ بگولہ ہو جاتی اور کبھی رونے لگتی جس کے بعد عادی کی رضوان صاحب سے کافی درگت بنتی۔

ابھی بھی وہ بیوٹیشن سے تیار ہوتی شوشو کرتی رونے میں مصروف تھی۔۔۔

آپ پلیز رونا بند کریں۔۔۔۔ ہمیں میک اپ کرنے میں دشواری ہو رہی ہے۔۔۔میک آپ آرٹسٹ نے کہا تو اس نے ٹشو سے ناک پوچھا۔

فرزین بیگم نے سنا تو اس کے قریب آئیں اور اسے ساتھ لگایا۔۔۔۔۔

کیا ہوا ہے میری جان کو۔۔۔

امی۔۔۔عادی نے مجھے ناخن مارے ہیں اور مجھے گجرے بھی نہیں لا کر دیے۔۔۔اسے اتنی چھوٹی سے بات پر روتے دیکھ میک اپ آرٹسٹ کے ساتھ فرزین بیگم نے بھی ماتھا پیٹا۔

میں پوچھتی ہوں اس سے ابھی۔۔۔اور گجرے لینے بھیج دیا ہے میں نے۔۔۔مجھے مہندی دکھاؤ۔۔۔انہوں نے اس کا دھیان بھٹکانا چاہا جس میں وہ کامیاب بھی ہوئیں تھیں۔

اس نے جھٹ سے آنسو صاف کرتے اپنے ہاتھ آگے کیے جس پر گہرا رنگ آیا تھا۔۔۔۔انہوں نے اسے منع کیا تھا کہ بھر بھر کر مہندی شادی پر لگائے ابھی بس سادہ سے لگوا لے۔

لیکن وہ ٹھہری مہندی کی شوقین اس نے بھر بھر کے ہاتھوں کے ساتھ پاؤں بھی بھروائے تھے۔۔۔اور رضوان صاحب نے کسی کو بھی اسے کچھ کہنے سے منع کیا تھا۔

میر رضوان تو ہفتے سے ہسپتال کے پاس لیے فلیٹ میں ہی رہ رہا تھا۔۔۔کیونکہ کسی جگہ بم دھماکہ کی وجہ سے اس کی ڈیوٹی کافی سخت تھی۔۔۔لیکن آج وہ فری ہو کر واپس آ رہا تھا۔

یہ تو بہت پیاری ہے۔۔۔ فرزین بیگم نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔۔۔۔اس کی مسکراہٹ کی ایسے ہی دعا کرتے انہوں نے اس کا ماتھا چوما اور باہر نکل گئی۔

میک اپ آرٹسٹ نے اس کا میک اپ ختم کیا اور اس کی بیک کی ڈوریاں باندھیں اور دوپٹہ سیٹ کرتے اس پر آخری تنقیدی نگاہ ڈال کر اس کی تعریف کرتی باہر چلی گئی۔

وہ جس کے تیار ہونے کے سارے شوق پورے ہو گئے تھے۔۔۔۔۔اب اپنے آپ کو آئینے میں دیکھتے رونے لگی۔۔۔۔

بیشک اسے بہت پیار ملا تھا۔۔۔ لیکن اپنے ماں باپ کی سامنے لگی تصویر کو دیکھتے اس کی آنکھیں نم ہوئی۔

اسے میر دلاور سے بہت ڈر لگتا تھا۔۔۔

لیکن رضوان صاحب کی آنکھوں کی چمک اور مان کو وہ توڑنا نہیں چاہتی تھی جنہوں نے اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر چاہا تھا۔

اس کا دل آج تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ لیکن اتنی بچی نہ تھی کہ جان نہ پاتی کہ آج کے بعد اس کی زات پر سارا اختیار میر دلاور کا ہو گا۔۔۔

اپنی اس دن کی باتیں یاد کرتے اس کا دل سہما۔۔۔۔۔۔وہ کیسے اس کا سامنا کرے گی۔

فرزین بیگم اسے اپنے ساتھ باہر لے آئیں اور میر دلاور رضوان کے ساتھ بٹھایا جو فون پر مصروف تھا۔

مولوی صاحب کے آنے پر میر دلاور نے سر اٹھایا۔۔۔اور اپنے ساتھ خوشبوؤں میں نہایا اس کا نازک وجود محسوس کرتے گہری سانس بھری۔

اور پھر وہ حوریہ ذیشان سے حوریہ دلاور رضوان بن کر سب کی آنکھیں نم کر گئی۔۔۔ مہمان زیادہ نہ تھے بس قریبی لوگ تھے۔

فرزین بیگم ان دونوں کی بلائیں لیتی ان کا صدمہ اتار چکی تھیں۔۔۔۔۔۔ حیات کا گھونگھٹ ہونے کی وجہ سے میر دلاور نے اسے اب تک نہ دیکھا تھا۔

لیکن نکاح ہوتے ہی اس کے دل کی دھڑکنیں معمول سے دھیمی پڑی تھیں۔۔۔۔۔۔ اس کی زات کے ساتھ اب کوئی زات جڑ چکی تھی۔۔۔ اب وہ میر دولار کی عزت تھی۔

فون آتے ہی وہ اٹھ کر سائیڈ پر ہوا تو عادی اور حاد جھٹ سے اس کے پاس آئے۔۔۔ فرزین بیگم نے اس کا گھونگھٹ الٹ دیا تھا کہ اب سب اس کو دعائیں دے رہے تھے۔

✨✨✨✨✨✨✨✨✨

یار حور۔۔۔ تم تو پہچانی ہی نہیں جا رہی۔۔۔۔۔ عادی نے اس کے ساتھ جڑ کر بیٹھتے کہا۔

ہاں کہاں وہ چڑیل جو منہ بھی نہیں دھویا کرتی تھی آج تو بالکل پری لگ رہی ہے۔۔۔۔

میں بچپن سے ہی پیاری ہوں بچو۔۔۔ اپنی دیکھو۔۔۔ اپنی شادی پر تم لوگوں کو کوچی سے رگڑ کر منہ دھونا پڑنا ہے۔۔۔۔

اس کا جو دل انجانے احساس سے بھاری تھا ان کے آتے ہی اپنے دل سے بوجھ سرکتا محسوس ہوا۔۔۔ اب اس گھر کو اسے چھوڑ کر نہیں جانا تھا۔۔۔ ساری عمر یہی رہنا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔

اس کی بات سنتے سب کے قہقہے نکلے تھے۔۔۔

سلامی پکڑاؤ میری۔۔۔اور مجھے گفٹ بھی الگ سے چاہیئے اس نے کہا تو عادی اور حاد نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

رضوان صاحب انہیں دیکھتے مسکرا دیے۔۔۔مہمان اب کھانے میں مصروف تھے اور وہ تینوں ہنسی مزاق میں۔۔۔۔میر دلاور اب تک واپس نہ آیا تھا۔

ان دونوں نے اسے لفافوں کے ساتھ ایک ایک باسکٹ پکڑائی تھی جس میں ٹھہروں سامان تھا۔۔۔۔مہندی، چوڑیاں، کاجل، املی، وغیرہ۔۔۔۔

تم دونوں کہ کپکیکس نہیں لائے اس نے اتنی چیزوں کو نظر انداز کرتے کہا تو دونوں نے منہ کے زاویے بنائے۔

اتنا کچھ تو دے دیا ہے۔۔۔ہماری جیبیں کھالی ہو گئیں ہیں انہوں نے معصومیت سے کہا۔

میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی جھوٹے آدمی۔۔۔بابا سے پیسے لیے ہیں تم نے۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ ان کے بال نوچتی میر دلاور کے آتے وہ رفو چکر ہو گئے اور وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔

گڑیا فریج میں پڑے ہیں۔۔۔اسے عادی کی طرف بڑھتا دیکھ حاد نے کہا۔

فرزین بیگم نے ان کے سامنے بھی کھانا رکھا تھا۔۔۔جو میر دلاور نے تو نہیں کھایا تھا لیکن وہ کھا رہی تھی بنا کسی کی پرواہ کیے۔۔۔۔

میر دلاور سنجیدگی سے ایک نگاہ اس پر بھی ڈال لیتا۔۔۔۔

آہستہ آہستہ سب مہمان چلے گئے تھے۔۔۔فرزین بیگم نے اسے بھی روم میں بھیجا اور باقی سارے نیچے بکھرا سامان سمیٹنے لگے۔

وہ جو تھک چکا تھا نائیٹ ڈیوٹی کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھتا کہ اس کے کمرے سے آتے چوڑیوں کے شور نے اسے متوجہ کیا۔

ان چاروں کا کمرہ اوپر والے پورشن میں تھا۔۔۔نیچے ڈرائنگ روم، رضوان صاحب اور فرزین بیگم کا کمرہ، اور گیسٹ روم تھا۔

اندر کا منظر دیکھتے اس نے سختی سے ہونٹ بھینچے اور یہاں وہاں دیکھا کوئی مہمان نہیں تھا۔۔۔۔خاموشی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔

کمرے میں اس کا سامان بکھرا پڑا تھا۔۔۔دوپٹہ بیڈ پر تھا آدھا نیچے۔۔۔۔۔جیولری زمین پر گری تھی۔

اب وہ جھکی نیچے سینڈل کے سٹریپ کھول رہی تھی جو کھل نہیں رہے تھے۔

اس کے جھکنے سے اس کی قمر عیاں ہو رہی تھی جس کے بیک گلے کو ڈوریوں سے باندھا گیا تھا۔

اگر اس کی جگہ کوئی اور اسے ایسے دیکھتا۔۔۔یہی سوچ آتے اس کی دماغ کی رنگیں تنی۔۔۔۔اس نے پہلے کبھی ایسا لباس نہیں پہنا تھا۔۔۔پہلے وہ کھلے کھلے کرتے پہنا کرتی تھی۔

لیکن آج کے جوڑے کی فٹنگ بھی تھی اور پیچھے سے ہلکا ڈیپ بھی تھا۔۔۔آف وائٹ رنگ کا وہ جوڑا جس کا دوپٹہ گلابی تھی، ہلکا میک اپ، گہرے مہندی سے بھرے ہاتھ اور پاؤں، بھر بھر کر چوڑیاں اور گجرے پہنے وہ کسی کی بھی خواہش ہو سکتی تھی۔

یہی سوچ آتے اس نے لب بھینچے۔۔۔۔

میر دلاور اپنی چیزوں کے لیے حد سے زیادہ پوسیسو تھا یہی وجہ تھی اس کا ایسے بیٹھنا اسے انتہائی ناگوار گزرا تھا۔

"دروازہ لاک کرنے کی بھی سہولت ہے ہمارے گھر میں۔۔۔" اس نے سخت آواز میں کہا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

میر دلاور کو سامنے دیکھتے اس کی پلکیں لرزی۔۔۔ یہ منظر اس کی زیرک نگاہوں سے چھپا نہیں رہا تھا۔

وہ میں۔۔۔

حیات کو پینٹنگز بہت پسند تھی۔۔۔ آج بھی شکیل احمد نے اسے کسی ایگزیبیشن میں بھیجا تھا کیونکہ حاد کے گھر والے آنے والے تھے۔

وہ باقاعدہ حاد کا رشتہ مانگ چکے تھے جسے شکیل احمد نے خوشدلی سے قبول کیا تھا۔

حوریہ کے نکاح کے بعد وہ سب وہاں گئے تھے سب حاد، حوریہ اور میر دلاور کے علاوہ۔۔

میری بیٹی کو ایک بار طلاق۔۔۔

وہ سب جانتے ہیں سر۔۔۔ حاد نے ان کی بات کاٹتے کہا۔۔ شاید وہ نہیں چاہتا تھا کہ حیات کو اتنا ڈیپلی ڈسکس کیا جائے۔

شکیل احمد کو وہ لوگ بہت اچھے لگے تھے۔۔۔۔۔

حیات ہمیں کچھ بات کرنی ہے آپ سے۔۔۔ اس کے واپس آتے ہی انہوں نے اسے ساتھ بٹھاتے شفقت سے اس کا ماتھا چوما۔

جی بابا۔۔۔۔ اس نے ان کے کاندھے پر سر رکھا۔۔۔۔

حاد کو جانتی ہیں آپ۔۔ انہوں نے کہا تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔

جی۔۔۔۔۔

اس کے گھر والے آج آئے تھے۔۔۔انہوں نے آدھی بات کرتے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنا چاہے جو نا سمجھی سے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

ہم ہاں کر چکے ہیں آپ کے لیے حادر ضوان کے رشتے کو۔۔۔شکیل احمد نے اس کے سر پر بم پھوڑا۔۔۔

"آپ سے بہت جلد ملاقات ہو گی حیات۔۔۔شاید تب میں بہتر طریقے سے آپ کی مسیحائی کر سکوں۔۔۔۔"

اس کے لفظ یاد آتے اس کا دل دھڑکا۔۔۔یہ دل پہلی بار کسی مرد کے لیے دھڑکا تھا۔۔۔

آپ نے مجھ سے میری رائے بھی نہیں لی بابا۔۔۔اس نے جھٹکے سے کھڑے ہوتے کہا۔۔۔وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

مجھے یقین تھا آپ منع نہیں کریں گی۔۔۔انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو وہ انہیں دیکھنے لگی۔

پر میں منع کرنا چاہتی ہوں بابا۔۔۔اپنا ماضی یاد کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا اور انہیں دیکھا۔

حیات۔۔۔۔انہوں نے اسے پکارا جو اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔۔۔۔

انہوں نے حادکا نمبر ملاتے اسے صورتحال سے آگاہ کیا۔۔۔انہیں اس کے والدین کو فون کر کے منع کرنا۔مناسب نہ گا۔۔۔

سر میں کل ملاقات کروں گا ان سے۔۔۔۔

ٹھیک ہے انہوں نے کہتے فون رکھا۔۔۔۔وہ اپنی بیٹی کو یہ بیوقوفی نہیں کرنے دینا چاہتے تھے۔۔۔۔

میر حادر ضوان ایک بہترین شخص تھا۔۔۔وہ کسی کا بھی آئیڈیل ہو سکتا تھا۔۔۔لیکن اس نے ان کی بیٹی کو چنا تھا۔۔۔

جو اپنی کم عقلی کی وجہ سے اسے گنوانا چاہتی تھی۔۔۔۔

انکار کی وجہ جان سکتا ہوں؟

کیا یہ وجہ کافی نہیں کہ ہم ایک دوسرے سے آشنا نہیں؟

کیا آپ کو ابھی بھی لگتا ہے کہ میجر میر حادر رضوان آپ سے واقف نہیں۔۔۔۔۔اس نے ایک اور قدم آگے کی طرف بڑھاتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے کہا۔

آپ مجھ سے چھوٹے ہیں۔۔۔۔۔۔ایک اور جواز۔۔۔۔

ڈیڑھ سال کی کوئی اوقات نہیں۔۔۔۔اگر میں پانچ سال بھی آپ سے چھوٹا ہوتا تب بھی میرا دین مجھے آپ کو نکاح میں لینے کی اجازت دیتا ہے۔۔۔۔

میں اتنی جلدی دوبارہ۔۔۔۔

آپ کو آپشن تو دیا جا ہی نہیں رہا حیات۔۔۔۔۔فیصلہ سنایا جا رہا ہے۔۔۔

میں انکار کر دوں گی بابا کو پھر سے۔۔۔۔

آپ دسویں بار انکار پر بھی میر حادر رضوان کو اپنے سامنے کھڑا پائیں گی۔۔۔۔۔لہٰذا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔

پرسوں مجھے گھر روانہ ہونا ہے لیکن اب کی بار میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔۔۔

یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔۔!

مجھے نہیں کرنا نکاح آپ کیوں سمجھ نہیں رہے وہ چلائی تو اس نے خاموشی سے اسے تکا۔

مزید قریب ہوتے اس کے ہاتھ تھامنے چاہے لیکن رک گیا وہ یہ حق نہیں رکھتا تھا ابھی۔۔۔اس کی یہ حرکت حیات کی آنکھوں سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔

مرد کی چھوٹی سی چھوٹی چیز اسے دوسروں مردوں سے منفرد اور ممتاز بناتی ہے۔۔۔اس کے دل سے آواز آئی۔

یہ جان لو کہ میر حادر رضوان کے دل پر تمہارا نام چھپ گیا ہے۔۔۔۔اور مجھ سے فرار اب ممکن نہیں۔۔۔خود کو زہنی طور پر تیار کرو۔۔۔پرسوں میں تمہارے روبرو ہو کر تمہیں اپنی دسترس میں لے سکوں۔۔۔۔بس اتنا حق سونپنا ہے تم نے مجھے۔۔۔اس نے مان سے کہتے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور نکلتا چلا گیا۔

کیا اس کے بعد بھی اس کے پاس کوئی جواز بچا تھا۔۔۔۔ایک مرد کی نظر بتاتی ہے کہ سامنے موجود عورت اس کے لیے کیا معنی رکھتی ہے۔

اس کی نظر میں محبت کا عکس دھندلا تھا یا مخفی تھا شاید۔۔۔۔جو ظاہر تھا وہ تھی بے پناہ عزت۔۔۔

وہ آپ سے تم کا سفر کرتے اسے جتا گیا تھا کہ حیات احمد تم کچھ بھی کر لو تمہارا دل فیصلہ میرے حق میں ہی کرے گا۔

لیکن ڈر اس کے دل میں اپنی جڑیں مضبوط کر کے بیٹھا تھا۔۔۔۔اس نے گہری سانس بھری اور قدم باپ کے کمرے کی طرف بڑھائے۔

وہ اس شخص کو خالی ہاتھ نہیں لوٹانا چاہتی تھی ایک بار پھر۔۔۔۔۔اپنی قسمت کو آزمانا چاہتی تھی وہ ایک بار پھر ۔۔۔۔۔

یارب میں نے خود کو تیری امان میں دیا۔

❤️❤️❤️❤️❤️❤️

یہ کھل ہی نہیں رہے ہیں عادی سے کھلوانے گئی تھی لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا وہ منمناتے اپنے جوتے کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

اس نے غرارہ اونچا کیا تو اس کے سفید مومی پاؤں نظر آئے جنہیں مہندی سے رنگا گیا تھا۔۔۔۔اس سے حسین پاؤں اس نے نہیں دیکھے تھے یا شاید کسی صنفِ نازک پر غور ہی اس نے اب کیا تھا۔

عادی کا نام سنتے اس نے خود کو انگاروں پر لوٹتے پایا۔۔

کیا وہ ایسی حالت میں اس سے کھلوانے جانے والی تھی۔۔۔۔۔یہ سوچ کر اس نے جبڑے بھینچے۔

اس نے قدم بڑھائے اور نیچے جھک کر جھٹکے سے اس کے سٹریپ کھولے جوتے کے۔۔۔

خبر دار تم آئندہ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے عادی کے پاس گئی۔۔۔خود سے کرنا سیکھو۔۔۔۔اس نے سختی سے کہا تو اس نے فوراً سر ہاں میں ہلایا۔

جاؤ چینج کر کے آؤ۔۔۔۔۔وہ آج پہلی بار تیار ہوئی تھی اس لیے نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔۔۔۔اسے تو یہ بھی پسند نہیں آیا تھا کہ عورتیں اس کے چہرے کو چوم رہی تھیں۔

وہ فوراً کپڑے تھام کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھیں۔۔۔۔۔اور دروازہ بند کیا۔۔۔

میر دلاور نے چادر اپنے شانوں پر سیٹ کرتے گہری سانس بھری۔۔۔۔۔۔سب بدل گیا تھا۔۔۔اگر اسے یہ بدلاؤ اچھا نہیں لگا تھا تو بُرا بھی نہیں لگا تھا۔

اس کی کی باتوں کا بدلہ وہ کبھی نا کبھی تو اس سے لیتا۔۔۔لیکن بیوقوف نہیں تھا کہ اس مضبوط رشتے کو حوریہ ذیشان کی لاابالی طبیعت کی وجہ سے خراب کرتا۔

وہ دس منٹ بعد بھی واپس نہ آئی تو اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔۔۔

اس نے اسے نکاح کا تحفہ دینا تھا جو فرزین بیگم نے اسے سختی سے دینے کا بولا تھا۔

اس کا جواب نہ آتے دیکھ اس نے دروازہ کھولا تو نظریں اس سے ٹکرائی جس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

وہ فوراً آگے بڑھا۔۔۔اسے چوٹ لگنے یا رونے تو اس گھر میں کسی نے دیا ہی نہیں تھا۔۔یہی وجہ تھی کہ اس کے آنسو دیکھتے وہ بھی تڑپا تھا پل کے لیے۔

کیا ہوا۔۔۔؟

حوریہ نے اپنے ہاتھ آگے کیے جہاں دو تین چوڑیاں ٹوٹ کر لگی تھی۔۔۔اس نے گہرا سانس بھرا اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس نے وہیں پڑے فرسٹ ایڈ سے بیڈ تیج نکالا اور اس کی مومی کلائی کو تھام کر لگایا۔

چینج نہیں کیا۔۔۔۔۔اس نے غرارہ بدل لیا تھا لیکن شرٹ نہیں۔۔۔۔

یہ بھی نہیں کھل رہیں۔۔۔اس نے پیچھے لگی ڈوریوں کو دیکھتے کہا۔۔میں امی سے کھلوا کر آتی ہوں اس نے شوشو کرتے قدم دروازے کی طرف بڑھائے۔

میر دلاور نے یہ سنتے لب بھینچ لیے اس کو کندھوں سے تھاما اور اس کا رخ موڑ کر ڈوریاں دیکھی جنہیں کس کر باندھا گیا تھا۔

کس نے کہا تھا اس طرح کا فضول لباس پہنو۔۔۔۔۔؟

اس کی سخت آواز گونجی تو اس نے تھوک نگلا۔۔۔۔آدھا سانس اس کی انگلیوں کے لمس سے ہی سوکھ گیا تھا۔

مجھے پس۔۔۔پسند ہے۔۔۔اس نے آہستگی سے کہا۔۔۔۔

اس کی پیٹھ پر ڈوریوں کو کس کے باندھنے سے نشان پڑے تھے جس پر نا محسوس انداز میں میر دلاور نے انگلیاں پھیریں۔۔۔اس کے احساسات عجیب سے ہو رہے تھے

اس کا گلہ آگے سے ڈھیلا ہوتے دیکھا اس نے اسے دیکھا جو اب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

منہ دھو کر کھانا کھاؤ۔۔۔۔۔یہی منگوا لینا باہر جانے کی ضرورت نہیں اور ہاں دوپٹہ اترا نہ دیکھوں میں تمہارا سنجیدگی سے اس کے گلے میں دوپٹہ ڈالتے وہ کہتا بنا اسے گفٹ دیے باہر نکل گیا۔

اس نے اس کے جاتے سینے میں اٹکا سانس چھوڑا۔۔۔۔

اُف جلاد، سڑیل۔۔۔۔۔

✨✨✨✨✨✨✨✨✨✨

صبح اسے پھر فون آ چکا تھا اس لیے اسے اب جانا تھا۔۔۔۔۔فرزین بیگم نے اسے ناشتہ دیا۔۔۔۔۔رضوان صاحب وہیں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔

اب واپس کب آؤ گے۔۔۔۔۔؟انہوں نے استفسار کیا۔

معلوم نہیں بابا اس نے چائے کا آخری گھونٹ حلق میں اتارتے جھا۔

ہمم۔۔۔۔جاؤ رب کی امان میں۔۔۔۔۔انہوں نے کہا تو اپنے کمرے میں سامان لینے چلا گیا۔۔۔وہ اتنا مصروف بھی نہیں ہوتا تھا لیکن کبھی کبھی ایمرجنسی کی صورت میں اس کی ڈیوٹی سخت ہو جاتی تھی کیونکہ وہ وہاں کا سینیئر ڈاکٹر تھا۔

اسی لیے اس نے پاس ہی ایک فلیٹ خرید رکھا تھا کیونکہ ہسپتال گھر سے اسے دور پڑتا تھا۔۔۔۔

وہ اپنے کمرے میں آیا اور سامان سمیٹا۔۔۔سائیڈ میز پر سرخ ڈبی دیکھتے اس نے اپنے قدم اس کے کمرے کی طرف بڑھائے۔

اندر داخل ہوا تو وہ بستر میں خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔۔۔۔سامان ایسے ہی بکھرا تھا۔۔۔جو اس کی نفیس طبیعت پر گراں گزرا۔۔۔۔

اس کے پاس پہنچا اور ساتھ میز پر وہ ڈبی رکھی جو اس کے لیے خریدی تھا۔۔۔۔نا چاہتے ہوئے بھی نظر اس پر گئی۔ جس کا ہاتھ منہ کے نیچے تھے اور کمفرٹر آدھا اوپر آدھا نیچے تھے بال تکیے پر بکھرے تھے۔۔۔۔۔وہ سوتے ہوئے اور بھی حسین لگتی تھی اس کے دل سے آواز آئی۔

دل کو ڈبتا جو کل کے بعد بے لگام ہو رہا تھا۔۔۔۔ایسا کبھی اس نے اس لڑکی سے منگنی کے بعد بھی محسوس نہ کیا تھا۔ اس نے حیات کے چہرے پر اپنے ہاتھ کی پشت پھیری تو اسے لگا اس کے ہاتھ لگانے سے کہیں وہ میلی نہ ہو جائے۔۔۔۔۔اس کے بال آہستہ سے ہٹاتے وہ پلٹا تھا۔

لیکن نہیں۔۔۔۔۔۔۔

وہ واپس آیا اور آنکھیں بند کرتا جھکا اور اس کے گال پر ہونٹ رکھنے چاہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اچانک ہوش میں آتے وہ جھٹکے سے پیچھے ہوا تھا۔۔۔۔۔

یہ وہ کیا کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔اس نے کمفرٹر درست کیا اور باہر نکل گیا۔۔۔۔

آج کی ہوئی بے اختیاری پر اس نے خود کو کوسا تھا اور واپس اس خول میں بند ہو گیا۔

اس کی تمام باتیں یاد کرتے اس کی آنکھوں کے جزبات پل میں بدل گئے۔

😤😤😤😤😤😤😤😤

اگلے روز حاد انہیں اپنے گھر لے گیا تھا کیونکہ نکاح وہاں ہونا طے پایا تھا۔۔۔۔وہ دو لوگ تھے اور وہ سارا گھر اسی لیے ان دو لوگوں کا جانا مناسب تھا۔

آج ایک دوسرے سے پہلی ملاقات کے سات مہینوں بعد وہ نکاح کے رشتے میں بندھ گئے تھے۔

حیات کو یہ سب بہت جلدی لگ رہا تھا لیکن میر حاد کہاں کسی کی سنتا تھا۔

اس کا کہنا تھا کہ دل جب کسی پر اپنے آپ کی مہر لگا دے تو پھر کیا دن، کیا سال اور کیا تاریخ۔۔۔اور اس کا ماننا تھا کہ نکاح سے بہتر کوئی رشتہ نہیں۔۔۔۔اسی بنا پر آج حیات احمد۔۔۔۔حیات احمد سے میر حاد رضوان بن گئی تھی۔

شکیل احمد رخصتی اپنے گھر سے چاہتے تھے اسی لیے ابھی صرف نکاح ہوا تھا۔۔۔۔۔

وہ نکاح میں آف وائٹ جوڑا پہنے ہلکے سے میک اپ کے ساتھ بھی بے حد حسین لگ رہی تھی۔۔۔

فرزین بیگم اور رضوان صاحب نے اسے حوریہ کی طرح ہی سراہا اور پیار دیا تھا۔

زیادہ مہمان نا تھے لیکن قریب کے تمام رشتہ دار اس تقریب میں شریک تھے۔۔۔جنہیں حاد اب الوداع کر رہا تھا۔

عادی اور میر دلاور نے باقی کام سنبھالے ہوئے تھے۔۔۔میر دلاور کی سنجیدہ نظریں حوریہ پر تھیں جو اس کے سمجھانے پر بمشکل منہ بسورے دوپٹہ لپیٹ رہی تھی خود کے گرد۔

حیات نے کچھ دیر میں واپس چلے جانا تھا۔۔۔مہمان بھی سب جا رہے تھے اس لیے وہ بھی اپنے کمرے کی طرف گیا۔

حادر رضوان اپنی چادر کندھوں سے اتارتا اندر داخل ہوا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اسے اسی کے کمرے میں ٹھہرایا گیا ہے۔

حور۔۔۔ آپ پلیز یہ بال کھول دیں گی۔۔۔ حیات کو لگا حور ہے جو دوسرے کمرے میں گئی تھی۔۔۔ پہلے اسی کے ساتھ موجود تھی۔

وہ دوسری طرف منہ کیے بس رو دینے کے در پر تھی۔۔۔۔ اس کے بال حوریہ نے بنائے تھے جواب کھل ہی نہیں رہے تھے۔

اس نے قدم اس کی طرف بڑھائے۔۔۔۔۔ وہ جو جواب نا پا کر مڑی تھی اسے دیکھتے ہچکچائی۔

اسلام علیکم! اس نے استحقاق بھری نظر اس کے سراپے پر ڈالی۔

وعلیکم السلام۔۔۔ اس نے جھجھکتے انگلیاں مڑوڑتے جواب دیا۔

مدد چاہیے آپ کو۔۔۔۔؟؟ اس نے اسے دیکھتے کہا جس کی پلکیں لرز رہی تھیں۔

نہی۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس نے ایک قدم کی دوری نا محسوس انداز میں بڑھاتے کہا۔

حادر رضوان نے جیب سے ایک ڈبی نکالی اور اس کے آگے کی۔۔۔۔۔ تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

یہ میری طرف سے آپ کے لیے پہلا تحفہ۔۔۔ امید ہے آپ کو پسند آئے گا۔۔۔ اسے واپس جا کر کھولیے گا۔۔۔ اسنے اس کے آگے کیا تو حیات نے تھام لیا۔

اُف یہ تو تحفہ بھی اتنی سنجیدگی سے دے رہے ہیں جیسے کوئی حکم جاری کر رہے ہوں اس نے دل میں سوچا۔

شکریہ۔۔۔!

حیات نے کہتے تھام لیا۔۔۔اور ایک اور قدم دور ہوئی۔۔۔پہلی بار اسے قریب دیکھ کر اس کا دل کیوں دھڑک رہا تھا بڑے طریقے سے۔

آپ یہ فاصلہ بنا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں۔۔۔۔اس نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے اپنی کلائی آگے کی۔

حیات نے شرمندہ ہوتے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

✨✨✨✨✨✨✨✨✨✨✨

گھڑی اتاریں۔۔۔۔

اس نے حیات کی آنکھوں میں دیکھتے کہا تو اس نے دھیرے سے ہاتھ بڑھائے اور دھیان سے اس کی گھڑی کھولنے لگی۔

حیات آپییی۔۔۔۔حور دھڑام سے دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تو حاد نے مُڑ کر اسے دیکھا۔

حاد آپ بھی یہاں ہیں۔۔۔۔آپ سے میں ویسے بھی ناراض ہوں۔۔۔کیا آپ میرے لیے کپ کیکس لائے ہیں۔۔حوریہ کو صرف ایک ہی چیز سے عشق تھا اور وہ تھے اس کی چاکلیٹ کپ کیکس۔

۔اس نے برش سامنے کھڑی حیات کو دیتے حاد کے بازو کو تھامتے کہا۔

حیات نے اس کو دیکھتے ایک نظر اس کے بازو کو دیکھا تھا اور پھر نگاہوں کا مرکز بدل لیا جو اور کسی نے تو نہیں مگر میر حاد رضوان کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا تھا۔

نہیں بھول سکتا ہوں کیا۔۔۔فریج میں رکھے ہیں۔۔۔جاؤ لے لو۔۔۔لیکن سارے ایک ہی بار میں نا کھا جانا۔۔۔۔بھائی سے مجھے ڈانٹ پڑے گی۔۔۔۔

اس نے حور کے سر پر چپت لگاتے اس کے بال بگاڑتے کہا۔

تھینک یو حادی۔۔۔۔۔وہ کہتی باہر جانے لگی کہ چونک کر مڑی۔۔۔۔

حیات آپی۔۔۔۔کیا بال میں ٹھیک کر دوں۔۔۔؟

نہیں۔۔۔۔۔وہ کرلیں گی تم بھاگو۔۔۔۔اس سے پہلے کہ حیات کچھ کہتی حادنے جواب دیا تو وہ سرہاں میں ہلاتے چلی گئی۔

وہ اسے دیکھنے لگا جو سامنے لگے شیشے سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔

آپ ٹھیک کرلیں بال۔۔۔۔حادنے کہتے کپڑے لیے اور واش روم میں بند ہو گیا تو حیات نے گہرا سانس بھرا۔

وہ واپس آیا تو وہ آدھے بال سلجھا چکی تھی۔۔۔۔۔۔آدھے سلجھا رہی تھی۔۔۔۔دوپٹہ سلیقے سے آگے پھیلا رکھا تھا۔

حاد اس کے سامنے آیا اور پیچھے سے ہلکا سا جھکتے اپنا پرفیوم اٹھایا اور خود پر چھڑکا۔۔۔۔پھر اسے ایک نظر دیکھا اور خود کی طرف موڑا۔

اس کی طرف جھکتا کہ وہ فوراً سے پیچھے ہوئی۔

حیات حادرضوان۔۔۔۔۔

اگلی بار مجھ سے ایک قدم دوری کی سزا آپ کو ملے گی یہ یاد رکھیے گا۔۔۔۔اس نے سنجیدگی سے کہتے اسے واپس اس کی جگہ پر کھڑا کیا۔

اس کے ہاتھوں کا لمس اپنے بازوؤں پر محسوس کرتے اس کے دل کی دھڑکنوں میں انتشار برپا ہوا تھا۔

میر حادرضوان نے اس کے دوپٹہ کو ہاتھ میں تھامتے ناک کے نتھنوں کے پاس کرتے گہری سانس بھری پھر پیچھے ہوتے اپنا پرفیوم اس پر چھڑکا۔۔۔۔

اب سے میری خوشبو آنی چاہیے آپ سے۔۔۔۔وہ شدت جزبات سے بولا تو وہ چونکی۔

آپ کے سامان میں لے آؤں گا یہیں۔۔۔۔حاد نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

اور ایک بات یاد رکھیں۔۔۔۔حوریہ سے انسکیور کبھی مت ہوئیے گا۔۔۔۔وہ میرے بھائی کی بیوی بعد میں ۔۔۔۔میری بہن اور بیٹی جیسی پہلے ہے۔۔۔۔

اسے بچپن سے بیسٹ فرینڈ اور بیٹی بن کر پالا ہے میں نے۔۔۔۔اس نے کہتے اس کے ہاتھ سے برش لیا اور دھیرے سے اس کے باقی کے بال سلجھانے لگا۔

حیات نے اسے دیکھتے نگاہیں اس کے جوتوں پر جمادی۔۔۔۔وہ بنا کہے ہی سمجھ گیا تھا۔

وہ بیشک ایک مکمل انسان تھا۔۔۔لیکن اس نے اسے ہی کیوں چنا۔۔۔۔اسے تو کوئی بھی مل جاتی۔۔۔۔

یہ سوچ ناجانے کب تک اس کے سر پر سوار رہنے والی تھی۔

چلیں۔۔۔۔

میر حاد نے اس کے ہاتھ کو تھاما اور اس کے سر پر دوپٹہ رکھتے قدم دروازے کی طرف بڑھائے تو وہ ہوش میں آئی۔

اور اپنے ہاتھ کو دیکھا جو اس کی مضبوط ہتھیلی میں قید تھا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کے بارے میں سوچنے کی؟؟؟میر دلاور رضوان جس کو کبھی کسی نے اونچی آواز میں بات کرتے نا سنا تھا آج وہ کسی شخص کو پیٹ رہا تھا بے دریغ۔

وہ جو وارڈ سے باہر نکلا اپنے کیبن کے باہر جونیر ڈاکٹرز کو کسی سے بات کرتا دیکھ رکا۔۔۔تھما وہ اس تصویر کو دیکھ کر تھا۔۔۔

وہ حوریہ ذیشان کی تصویر تھی جو یونیورسٹی میں کھینچی گئی تھی شاید۔۔۔

وہ اپنی بیوی کے لیے اظہار محبت سن رہا تھا کسی دوسرے شخص کے منہ سے۔۔۔۔۔

سر۔۔۔۔۔

سر۔۔۔۔۔

مجھے محبت۔۔۔۔۔ہے۔۔۔اس۔۔۔۔۔

آگے وہ لڑکا بات مکمل کر پاتا کہ میر دلاور رضوان نے اسے پیچھے میز پر اسے دھکا دیا۔۔۔۔۔

سر چھوڑیں اسے۔۔۔۔۔اسے کافی چوٹیں آئی ہیں۔۔۔۔۔ آپ پر کیس ہو جائے گا۔۔۔دوسرے جونیر ڈاکٹرز نے کہا۔

میر دلاور رضوان نہیں ڈرتا۔۔۔۔۔اور ہاں یہ جس کی تصویر تم نے لے رکھی ہے۔۔۔ناسالے بیوی ہے میری۔۔۔اس پر نظر تو کیا اس کا نام بھی میں نے تمہاری زبان سے سنا تو مار کر کتوں کے سامنے پھینک دوں گا۔۔۔اس کے کالر کو جھٹکے سے چھوڑتے اسے واپس پیچھے کی طرف دھکا دیتا وہ دھاڑا۔

وارڈ میں سکتہ چھا گیا۔۔۔۔میر دلاور رضوان سے خوف آیا تھا سب کو۔۔۔وہ کسی کو دیکھے بغیر ہسپتال سے نکلتا چلا گیا۔

بابا۔۔۔آج پتا ہے کتنا مزہ آیا۔۔۔ایک لڑکے نے لڑکی کو پھول دیا اور بدلے میں لڑکی نے اسے تھپڑ دے مارا۔۔۔اتنا فلمی سین ہو گیا نا۔۔۔لیکن مجھے اس لڑکے کے لیے بُرا لگا۔۔۔بیچارا۔۔۔۔

اسلام علیکم۔۔۔۔

اس نے اس کی بات سن لی تھی۔۔۔مشترکہ سلام کیا اور کھانے کی میز کی طرف آیا جہاں سب بیٹھے تھے۔

کل سے یہ یونیورسٹی نہیں جائے گی بابا۔۔۔اور اس بارے میں کوئی بھی بات نہیں ہو گی۔۔ کوئی بات، کوئی بحث نہیں۔۔۔۔اس نے واضح لفظوں میں کہا۔

اس نے کہتے بنا کسی کو دیکھے قدم اپنے کمرے کی طرف بڑھائے۔

ایسا کیا کہہ دیا میں نے۔۔۔حوریہ نے منہ بسوڑا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔۔۔۔

میں ابھی پوچھ کر آتی ہوں زرا۔۔۔۔

حور۔۔۔حوریہ۔۔۔واپس آئیں۔۔۔ابھی وہ غصے میں ہے۔۔۔پیچھے سے اسے سب نے آواز دی لیکن اسے تو سن کر ہی غصہ آگیا تھا کیسے وہ ایسا کہہ سکتا تھا۔

اس کے کمرے کا دروازہ دھڑام سے کھولتی وہ اندر داخل ہوئی اسے دیکھا جو کہیں نہیں تھا۔۔۔واش روم سے پانی گرنے کی آواز سن کر وہ وہیں جلے پیر کی بلی کی طرح چکر کاٹنے لگی۔

کیا کر رہی ہو یہاں۔۔۔؟

آپ نے کیوں ایسا کہا۔۔۔۔میں جاؤں گی یونیورسٹی۔۔۔اس نے ضدی لہجے میں کہتے قدم اس کی طرف بڑھائے۔

میر دلاور نے اسے دیکھا اور اس کے بازو کو تھامتے گھما کر اس کی قمر کے ساتھ لگایا تو اس کے منہ سے سسکی نکلی۔

میں فیصلہ سنا چکا ہوں۔۔۔اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہو گا۔۔۔تم جا سکتی ہو جیسے آئی تھی۔۔۔۔۔

لیکن کیوں۔۔۔آپ کون ہوتے ہیں سب کی زندگیوں کا فیصلہ کرنے والے۔۔۔کس نے آپ کو حق دیا ہے۔۔۔کہ آپ ہماری زندگیوں پر حکومت کریں؟ اس نے اس کی سرخ آنکھوں میں اپنی ہرنی جیسی آنکھیں گاڑھتے پوچھا۔

تمہارا شوہر۔۔۔۔۔

میر دلاور نے ایک لفظی جواب دیتے اسے جھٹکے سے چھوڑا کہ وہ گرتے گرتے بچی۔۔۔

میں نے کہا بھی تھا بابا کو میں آپ جیسے شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ جس کے ساتھ سانس بھی گھٹ کر آئے۔۔ لیکن۔۔۔۔

وہ اسے دیوار کے ساتھ لگاتا اس کا جبڑا تھامتے اس پر ہلکا سا جھکا۔۔۔۔

سانس کیسی بھی آئے اب اسی شخص کے ساتھ لینی ہے یاد رکھو۔۔۔۔ اور اتنا ہی بولو جتنا سہہ سکو۔۔۔ حوریہ دلاور ۔۔۔۔۔

چھوڑیں اس نے درد کی شدت سے سسکی بھرتے کہا۔۔۔ اس کے آنسو دیکھتے اس نے اسے چھوڑا۔۔۔۔

مجھے نفرت ہے آپ سے میر دلاور رضوان وہ کہتے کمرے سے بھاگ گئی۔۔۔۔

😩😩😩😩😩😩😩😩

اور اس کے بعد وہ خود ہی یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔۔۔۔ سب نے اسے منایا تھا کہ وہ دلاور سے خود بات کر لیں گے لیکن اس کا دل ہی نہیں کیا تھا۔

اس دن کے بعد آج دس دن ہو گئے تھے۔۔۔۔ میر دلاور کے آنے کے وقت وہ اپنے کمرے میں بند ہو جاتی ۔۔۔۔ اس کے سامنے آنا اس نے جیسے بند ہی کر دیا تھا۔

میر دلاور نے پہلے پہل محسوس نہ کیا تھا لیکن اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس کے آنے سے پہلے اپنے کمرے میں چلی جایا کرتی ہے۔

فرزین بیگم اور رضوان صاحب عمرے پر جا چکے تھے۔۔۔حاد اپنے مشن پر تھا اور عادی اپنے دوستوں کے ساتھ۔۔۔۔اس لیے گھر پر کوئی نہ تھا۔۔۔۔

اس وقت شدید تھکاوٹ میں اسے کافی کی طلب تھی۔۔۔کیونکہ مسلسل تین دن سے وہ اسے اچھی نیند نہیں ملی تھی۔۔۔مسلسل کیسسز کی وجہ سے۔

اس نے دیکھا گھر میں خاموشی تھی۔۔۔اپنے کمرے میں جا کر اس نے شاور لے کر کپڑے تبدیل کیے۔

اور قدم اس کے کمرے کی طرف بڑھائے جسے دس دن سے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔

اس کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے وہ رکا۔۔۔۔کیونکہ وہ اپنا نام سن چکا تھا شاید اسی کی زات پر تبصرے کیے جارہے تھے۔

مشی۔۔۔۔مجھے لگتا ہے سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔۔۔پابندیاں لگانے والے۔۔۔

لیکن تمہارے گھر میں تو کوئی ایسا نہیں۔۔۔۔دوسری طرف سے آواز ابھری۔۔۔۔فون اسپیکر پر تھا اس لیے وہ جواب سن پایا تھا۔

ہاں نہیں ہے۔۔۔۔نہ بابا اور اب دیکھو حاد بھی تو ہے۔۔۔وہ اپنی بیوی کو کیسے ٹریٹ کرتے ہیں۔۔۔۔حیات بہت لکی ہے۔۔۔۔اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

عادی بھی اچھا لڑکا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔

لیکن۔۔۔۔؟؟

لیکن میر نا جانے ایسے کیوں ہیں۔۔۔۔انہیں میرا جانا نہیں پسند یونیورسٹی۔۔۔مجھے لگتا ہے پڑھائی شادی سے پہلے کر لینی چاہیئے۔۔۔اس کے بعد آپ نہیں جانتے آپ کو موقع ملے یا نہیں۔۔۔

تم ان سے بات کرتی ہو سکتا ہے وہ تب غصے میں تھے تو مان جاتے۔۔۔۔۔۔ مشی بولی۔

وہ نہیں مانتے۔۔۔۔۔وہ ایک سنجیدہ طبیعت کے مالک انسان ہیں۔۔۔۔۔وہ وہیں کرتے ہیں جو انہوں نے کرنا ہوتا ہے۔۔۔۔میں اس دن روئی بھی تھی لیکن انہیں فرق ہی نہیں پڑا۔۔۔۔

باہر کھڑے شخص نے گہرا سانس بھرا۔۔۔۔۔

مشی۔۔۔۔

ہمم۔۔۔۔۔۔دوسری طرف اس کی دوست بھی شاید اس کے اداس ہونے پر اداس تھی۔

مجھے لگتا ہے میں نے خود کے لیے غلط فیصلہ کر لیا صرف اس بنا پر کہ میں بابا کو ہرٹ نہ کر دوں۔

اور تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے۔۔۔۔؟

کیونکہ میرا اور میر کا کوئی جوڑ نہیں۔۔۔۔ہم ایک ساحل کے دو الگ کنارے ہیں۔۔۔۔۔اس نے کہتے آئینے میں دیکھا اور اس کا سانس رکا۔

اس نے جھٹ سے آگے بڑھتے فون کاٹا اور دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈالا۔۔۔ جس دن سے اس نے کہا تھا اس نے دوپٹے کا خاص خیال رکھا تھا۔

آسلام علیکم۔۔۔۔۔اس نے ہونٹ کاٹتے کہا۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔۔

کافی بنا سکتی ہو۔۔۔۔۔۔اس نے عام سے لہجے میں کہا۔

جی۔۔۔۔۔حوریہ اندازہ نہ لگا پائی کہ اس نے کچھ سنا ہے یا نہیں۔۔۔۔یا کتنا سنا ہے۔۔۔۔۔

کمرے میں دے جانا اس نے ماتھا مسلتے کہا۔۔۔۔۔اور چلا گیا۔۔تو بھی کچن میں کافی بنانے چلی گئی۔

کافی بنا کر اس کے روم میں دینے گئی۔۔۔وہ اوندھے منہ اپنے جہازی بیڈ پر پڑا تھا۔۔شاید وہ بہت تھکا ہوا تھا۔

میر۔۔۔آپ کی کافی۔۔۔اس نے دھیمے سے کہا۔

یہاں رکھ دو۔۔۔اس نے بنا اٹھے جواب دیا تو اس نے کافی رکھ دی اور کھڑی رہی۔۔۔

وہ کشمکش میں تھی۔۔۔اسے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگی تھی۔۔۔۔۔۔۔وہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن ڈر رہی تھی۔

حوریہ ذیشان بھی عجیب تھی۔۔۔ابھی کچھ دیر پہلے اسے یہ رشتہ اپنی جلد بازی لگ رہی تھی اور اب اسے تھکا دیکھ اس کا دل بے چین ہوا تھا۔

وہ بھول گئی تھی کہ وہ نکاح میں ہے اس شخص کے اور یہ نکاح کی ہی طاقت تھی جو وہ اس کے لیے ایسا محسوس کر رہی تھی۔

میر۔۔۔

تم گئی نہیں۔۔۔؟؟

وہ سیدھا ہوا تو حوریہ نے اسے دیکھا جس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔۔۔

طبیعت ٹھیک ہے۔۔۔اس نے آگے بڑھتے بے چینی سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو وہ تھما۔

بخار تو نہیں ہے۔۔۔۔تو پھر۔۔۔۔؟

سر میں درد ہے۔۔۔نیند لوں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔اس نے عام سے لہجے میں کہتے کافی کو منہ لگایا تو وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی۔

میر دلاور رضوان تلخی سے مسکرایا۔۔۔۔

رخصتی کے وقت وہ اپنے باپ کے ساتھ لگی کافی دیر روئی تھی۔۔۔اس کے آنسو دیکھتے میر حاد رضوان نے مٹھیاں بھینچی۔

وہ اس کے لیے پوسیسو ہو رہا تھا۔۔۔اس کی ہر ایک حرکت پر نظر تھی اس کی۔

وہ اسے ساتھ لے آیا تھا یہاں لاتے عادی اور حوریہ نے اس کا موڈ اچھا کرنے کے لیے بہت کچھ کیا تھا اب وہ بہتر محسوس کر رہی تھی۔

لیکن اس شخص سے روبرو ہونے کا سوچتے اس کی ٹانگیں کانپ رہیں تھیں۔۔۔۔۔

وہ انہیں خیالوں میں تھی۔۔۔۔۔کہ اسے آتا دیکھ اس نے مڑ کر دیکھا اور شرمندہ ہوئی کیونکہ وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو تک رہی تھی۔

اس کی شرمندگی دیکھتے حاد نے قدم اس کی طرف بڑھائے۔

آپ یہاں کھڑی رہ سکتی ہیں حیات۔۔۔۔اسے دیکھتے اس کی شرمندگی کو کم کرنا چاہا تھا۔

میں چینج کر لوں آپ تب تک اپنی چیزیں سمیٹ لیں اسے کہتے وہ واش روم میں چلا گیا۔

وہ واپس آیا تو وہ اب بھی وہیں کھڑی تھی۔۔۔۔کھڑکی سے دور آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھتے وہ بھول گئی تھی کہ اس کمرے میں کوئی اور وجود بھی ہے۔

حاد نے آگے بڑھتے اپنی شال خود پر اوڑھی اور اس کے بائیں طرف کھڑے ہوتے اپنی شال کا ایک حصہ اس کے کندھے پر رکھا۔

حیات نے اس کے اس قدم پر نم ہتھیلیوں کو بھینچا۔۔۔

ابھی مجھے وقت چاہیے ہے۔۔۔۔وہ جو منہ میں آیا بنا سوچے بول چکی تھی آنکھیں تم کھولی جب وہ جھٹکے سے اس کا رخ خود کی طرف موڑتا اسے قریب کر گیا تھا۔

آپ کو کیا لگا تھا حیات احمد۔۔۔۔۔۔؟

حیات نے اس کا حیات حادر ضوان سے حیات احمد تک کا سفر پل میں بدلتے دیکھ نم نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔۔

میں۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔

کیا میرے اس اقدام۔۔۔۔اس نے شال کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔آپ کو کہیں سے بھی کچھ غلط لگا۔۔وہ حد درجہ سنجیدگی سے بولا۔

نہیں۔۔۔میں۔۔۔

حادنے اسے کھڑکی کے ساتھ لگاتے اس کا رخ پوری طرح اپنی طرف موڑا۔۔۔

کیا چاہتی ہو۔۔۔۔؟

کیا واقعی میں نے جلدی کر دی اس رشتے میں۔۔۔۔اس پر سے اپنی شال ہٹاتے وہ سخت لہجے میں بولا۔

نہیں۔۔میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔۔خود پر سے اس کی چادر کو ہٹتے اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے حفاظتی حصار کو یک دم کھینچ کر اسے تپتے دھوپ میں کھڑا کیا ہو۔

میر دلاور نے اُسے اندر آتے دیکھ اس کے ہاتھ میں دیکھا۔۔۔

یہ لیں دوا لیں۔۔۔۔حوریہ نے اس کے ساتھ بیٹھتے ٹرے سے میر کو پانی کا گلاس تھمایا۔۔۔اس کے چہرے پر وہ فکر دیکھ سکتا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے وہ اس رشتے کو غلط کہہ رہی تھی اور اب۔۔۔ کیا وہ یہ سب صرف ہمدردی میں کر رہی تھی۔۔۔؟

اس نے دوا لی اور ویسے ہی لیٹ گیا۔۔۔۔ بتی بجھا جانا۔۔۔ اس نے کہا اور آنکھیں موند لی۔۔۔

حوریہ نے چند لمحے سوچا۔۔۔ پھر اے سی اون کیا بتی بجھائی اور واپس آئی۔

میر حادر ضوان نے اس کا پاس آکر بیٹھنا اور پھر اپنا سر اس کی گود میں محسوس کیا تھا۔۔۔ اپنے ماتھے پر اس کے چھوٹے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے اس نے آنکھیں موندی۔

وہ اس کا سر دباتی اب کچھ پڑھ کر پھونک رہی تھی اس پر۔۔۔۔ اس نے ایسا کیوں کیا تھا وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔۔۔ لیکن میر دلاور کی آنکھیں اس کے رات جگے کی گواہ تھی۔۔۔ وہ اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکی تھی۔

میر۔۔۔۔۔۔ دس منٹ بعد اس کی آواز گونجی۔۔۔

ہم۔۔۔۔۔

ٹھیک ہوا درد۔۔۔۔۔

تم نے جانا ہے تو تم جاسکتی ہو۔۔۔ وہ ہولے سے بولا۔۔۔۔

میں نے اس لیے تو نہیں پوچھا۔۔۔ وہ خفا ہوئی۔۔۔۔۔۔ اور پھر اٹھنے لگی کہ وہ اس کے ہاتھ تھام چکا تھا۔

ابھی ٹھیک نہیں ہوا ہے۔۔۔۔ اس کے ہاتھ تھامتے واپس سر پر رکھے تو وہ ہولے سے دبانے لگی۔۔۔

کچھ ہی دیر میں وہ سو گیا تو وہ ہولے سے اس کا سر تکیے پر رکھتی اٹھی نظر اس پر پڑی تو رک گئی۔۔۔

وہ حسین تھا بلاشبہ اس کی بیرڈ، اس کی بند آنکھیں، اس کا ناک اس کے بال۔۔۔۔ اس کے چہرے کی سنجیدگی اسے سب سے مختلف بناتی تھی۔

اسے دیکھتی وہ الگ احساسات میں گھری باہر نکل گئی۔۔۔۔۔

اگلی صبح جب وہ اٹھا تھا وہ ایک دم فریش تھا۔۔۔ خود کا سر تکیے پر اور اپنے اوپر کمفرٹر محسوس کرتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔۔۔

وہ فریش ہو کر ناشتے کی غرض سے نیچے آیا کیونکہ آج اس کا جانے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔۔۔

وہ سیڑھیاں اترتا نیچے آیا جہاں آخری سیڑھی پر ہوا میں اڑتے کشن نے اسے سلامی پیش کی تھی۔۔۔ وہ بروقت پیچھے ہٹا تھا نہیں تو اس کے منہ پر لگ جاتا۔

سامنے کا منظر کچھ یوں تھا کہ عادی آگے تھا اور وہ پیچھے۔۔۔ ایک دوسرے کو آٹے سے رنگا تھا دونوں نے۔۔۔۔ حوریہ نے عادی کو اب پکڑا تھا اور اس کے بال دونوں ہاتھوں میں تھام کر کھینچے تھے۔

عادی کے بچے۔۔۔ خدا کرے تمہاری کوئی گرل فرینڈ نہ بنے کوئی تم سے شادی نہ کرے۔۔۔۔ تمہارے بچے تمہیں اتنا تنگ کریں کہ تم رونے لگ جاؤ وہ اس کے بال کھینچتے اسے بددعائیں دے رہی تھی۔

حور کی بچی چھوڑو۔۔۔۔۔

کیا ہو رہا ہے یہاں۔۔۔۔۔۔ اس کی دھاڑ سے وہاں سکتہ چھا گیا۔۔۔۔

وہ دونوں سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے۔۔۔۔

یہ عادی نے مجھے گندا کر دیا ہے سارا۔۔۔ اِس سے آٹا اتارنے کے لیے کہا تھا اس نے اتارتے سارا ڈبہ نیچے انڈیل دیا۔۔۔ خود تو گندا ہوا تھا اور مجھے بھی کر دیا۔۔۔ حوریہ نے سب تیزی سے بتایا۔

بھائی یہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔ اس نے مجھے کہا تھا پانی پکڑاؤ میں نے نہیں پکڑایا تو اس نے مجھ پر آٹا پھینکا اور پھر میں نے۔۔۔ عادی نے اسے دیکھتے کہا جو خونخوار طریقے سے اسے ہی گھور رہی تھی۔

تم دونوں کی سزا یہ ہے کہ آج سارا کچن تم صاف کرو گے۔۔۔۔۔کیونکہ کوئی تمہارا ملازم نہیں لگا یہاں۔۔۔۔۔ چلو نکلو دونوں۔۔۔۔۔

بھائی۔۔۔۔۔۔

اس مہینے کا جیب خرچ چاہیے یا نہیں۔۔۔۔۔اس نے کہا تو عادی فوراً بھاگ کر کچن میں گیا۔۔۔

تم یہاں آؤ۔۔۔۔۔۔۔

حوریہ کو بھی جاتے دیکھ اس نے کہا تو وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف آئی۔

آگے بڑھتے اس کی شرٹ کے بازو نیچے کیے اور اسے سخت نگاہوں سے دیکھا۔۔۔دوپٹہ کہاں ہے تمہارا۔۔؟

وہ۔۔۔حوریہ نے دیکھا جو بھاگتے ہوئے سامنے ٹی وی لاونج کے دروازے میں گرا تھا۔۔۔۔

آئیم سوری۔۔۔۔۔اس نے دھیمے سے کہا۔۔۔

اٹھاؤ جا کر فوراً۔۔۔۔۔اور ڈھنگ کے کپڑے پہنا کرو۔۔۔اسے چھوٹے سے کرتے کے ساتھ جینز پہنے دیکھ وہ بولا۔۔۔

وہ آگے گیا تو پیچھے سے حوریہ نے اسے منہ چڑھایا لیکن وہ سامنے موجود کھڑکی میں اس کا عکس دیکھ چکا تھا۔

وقت ایسے ہی گزر رہا تھا۔۔۔اس نے حوریہ کو یونیورسٹی جانے کی اجازت دے دی تھی۔۔۔لیکن عادی کو اس کی حفاظت کا بولا تھا۔۔۔

کیونکہ وہ خود سے بہت لاپرواہ تھی۔۔۔اس کا گلے میں لٹکتا دوپٹہ اور اس کا چھوٹی کرتی پہننے کا جنون اسے ناگوار گزرتا تھا۔

ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں پاس کیا۔۔۔؟ اسے یونیورسٹی کے لیے کمرے سے نکلتا دیکھ وہ بولا۔

اس میں کیا برائی ہے وہ سنجیدگی سے بولی۔۔۔۔

برائی کوئی بھی نہیں ہے لیکن باہر جاتے وقت اچھے کپڑے ہونا ضروری ہے۔۔۔۔۔

تو کیا اب میں کپڑے بھی آپ کی پسند کے پہنوں گی۔۔۔ وہ آج کچھ زیادہ ہی سنجیدہ تھی۔۔۔

آگر میں کہوں ہاں تو۔۔۔۔ میر دلاور رضوان نے والٹ جیب میں رکھا اور اس کے قریب آیا۔

تو مجھے نہیں پہننا۔۔۔ ان سب سے میرا دم گھٹتا ہے۔۔۔ یہ پابندیاں۔۔۔۔ یہاں نہیں جانا۔۔۔ وہاں نہیں جانا۔۔۔ ایسے نہیں کرنا، ویسے نہیں کرنا۔۔۔۔۔ یہ نہیں پہنو۔۔۔ ایسے دوپٹہ لو۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے میری زندگی میری نہیں آپ کی ہے۔۔۔۔ ایسی زندگی میں نے نہیں چاہی تھی۔۔۔ کاش میرے اماں ابا ہوتے تو مجھے یہاں آپ کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہنا پڑتا۔۔۔ وہ جو آج بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔

بیشک اسے اس گھر میں بہت پیار ملا تھا۔۔۔ لیکن وہ شخص ہمیشہ اس پر سختیاں کرتا اور پابندیاں لگاتا تھا۔۔۔ اسے حوریہ زیشان سے الگ ہی کوئی مسئلہ تھا ایسا اسے لگتا تھا۔

وہ ایک نظر اسے دیکھتا چلا گیا۔۔۔۔ حوریہ نے حیرانی سے اس کی پشت کو گھورا۔۔۔۔۔

وہ بنا کچھ کہے ہی چلا گیا تھا۔۔۔۔

مجھے کیا۔۔۔۔ اس نے کندھے اچکائے۔۔۔

میں تھک گئی ہوں کھڑے رہ کر۔۔۔۔ وہ ایک بار پھر وہ بول گئی تھی جو اسے نہیں بولنا چاہیے تھے۔

حادنے بنا کچھ کہے اپنے قدم تیزی سے اس سے دور کرتے بیڈ کی طرف بڑھائے تھے اور اپنا لیپ اٹھا کر بیٹھ گیا تھا۔

اس کے ماتھے پر پڑی سلوٹیں، اور اس کی سرخ نگاہیں اس کے ضبط کے آخری مراحل کی نمائندگی کر رہیں تھی۔

حیات کی نگاہیں پل میں بھیگی۔۔۔ وہ واش روم میں گھسی تو میر حادر ضوان نے گہرا سانس بھرتے خود کو نارمل کرنا چاہا۔

وہ چینج کرتی اپنا سامان سمیٹتی اب کھڑی انگلیاں چٹکا رہی تھی۔۔۔

آجائیں۔۔۔۔ میر حاد کی سنجیدہ آواز پر وہ بیڈ کی دوسری طرف بیٹھ گئی۔

کمفرٹر دوسرا الماری میں پڑا ہے۔۔۔۔ اس کی نظر کمفرٹر پر محسوس کرتے وہ بولا تو وہ پھر شرمندہ ہوئی۔

تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حیات کو اپنی قمر اکرتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔

بھوک لگی ہے۔۔۔؟

حاد نے سر اٹھائے بنا اس سے پوچھا۔

نہیں۔۔۔ اس نے دھیمی آواز میں کہا اور اسی کا کمفرٹر اوڑھتے قمر بیڈ کی ٹیک سے لگائی۔

چہرے کا رخ اس کی طرف کرتی وہ مسلسل پچھلے تیئس منٹ سے اسے دیکھ رہی تھی بنا پلک جھپکے۔۔۔

اگر میں آپ کو ایسے دیکھتا تو آپ نے بیہوش ہو جانا تھا حیات اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھاتے حیات کو کہا تو اس نے فوراً نظروں کا زاویہ بدلا۔

لیکن میں حساب رکھتا ہوں۔۔۔ آپ خود پر میری نظروں کا ارتکاز جب محسوس کریں جان جایئے گا یہ میرا بدلہ ہے۔۔۔

آپ سمیل رانا کے کیس پر کام کر رہے ہیں۔۔۔ اس نے بات بدلتے کہا تو حاد نے ہونٹ بھینچتے سرہاں میں ہلایا۔

اور دوبارہ کام میں لگ گیا۔۔ لیکن پانچ منٹ بعد خود کے پاس ہلچل محسوس ہوتے اسے دیکھا جو اس کے ساتھ آکر اب اس کے لیپ ٹاپ پر کھلی سلائیڈ کو پڑھ رہی تھی۔

حادنے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہا۔۔۔ اس نے بال ہلکے نم تھے جنہیں ابھی دھویا گیا تھا۔۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا وہ اپنے بالوں پر بہت توجہ دیتی ہے۔

گلابی نائیٹ سوٹ میں وہ اس سے بڑی تو کیا تین چار سال چھوٹی ہی لگ رہی تھی۔۔۔۔۔

حادنے اس کے مسلسل آگے آتے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے اسے دیکھا تو دونوں کی نظریں ملیں۔

کیا میں آپ سے کچھ مانگوں۔۔۔ حیات نے جھجھکتے کہا۔

آپ کو مانگنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی چاہیئے حیات۔۔۔ آپ حادر ضوان کی بیوی ہیں۔۔۔ مجھ سے منسلک سب آپ کا ہے۔۔۔ جو چاہیے اسے بنا پوچھے لے لیں۔۔۔

اور اگر وہ آپ کی کوئی پسندیدہ چیز ہوئی تو؟؟ اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

پسندیدہ اب میرے نزدیک ایک ہی وجود ہے۔۔۔ باقی سب تو مایا ہے۔۔۔ اس نے دھیرے سے کہتے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔

حیات نے اس کی نظروں کا ارتکاز اپنے ہاتھوں پر محسوس کرتے کانپتے ہاتھ کی ہتھیلی کو کھولا۔

ایک مسکراہٹ میر حادر ضوان کے عنابی لبوں پر چھائی تھی۔۔۔

حیات کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں الجھاتے اس نے حیات کو دیکھا جو کنفیوژ سی اس کے دل کے تار چھیر رہی تھی۔

اگر کوئی میر حاد سے پوچھتا کہ اس کے نزدیک سب سے حسین کیا ہے تو وہ بلا جھجھک اپنی شریکِ حیات کا نام لیتا۔

مانگیں!!

اسے خاموش دیکھتے حادنے پوچھا۔۔۔ لیکن اس کا جواب سنتے اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

آپ کی وہ شال مجھے دے دیں اس نے سامنے پڑی شال جو کچھ دیر پہلے اس نے ان دونوں پر دی تھی۔۔۔ اس کو دیکھتے بولی۔

وہ تو پرانی ہو گئی آپ کو نئی دلوا دوں گا اگر آپ کو پسند آئی تو۔۔ میر حادنے حیرت کو کم کرتے کہا۔

نہیں مجھے وہی چاہیے بس۔۔۔۔ حیات نے صدی انداز میں کہا تو وہ چونکا۔

لے لیں آپ کی ہی ہے۔۔۔۔ اسے ساتھ لگاتے اپنا بازو اس پر سے گزارتے اسے حصار میں لیتے کہا۔

شکریہ۔۔۔ وہ مسکرائی تھی۔۔۔ یہ مسکراہٹ دل سے تھی۔۔۔ اسے یہ شال کتنی پسند آئی تھی وہ یہ راز کبھی نہ جان پاتا۔۔۔

اس سے منسلک مردنے اسے یہ اوڑھتے اپنے ہونے کا احساس دلایا تھا لیکن جب میر حادنے وہ ہٹائی تو اسے لگا تھا جیسے وہ تحفظ اس سے چھین لیا گیا ہو اور وہ تپتی دھوپ کے نیچے پھر بے آسرا کھڑی کر دی گئی ہو۔۔۔ اس لیے اس نے اس سے وہ لے لی تھی۔۔۔

سونا نہیں ہے نیند نہیں آئی۔۔۔؟

آ رہی ہے۔۔۔ لیکن مجھے نئی جگہ پر نیند نہیں آتی اس نے آنکھیں بند کرتے کہا۔

تو حادنے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے اسے پر سکون کیا۔۔۔ جس میں وہ کامیاب ہوا تھا وہ چند لمحوں میں ہی سو گئی تھی۔

اسے سوتے دیکھ وہ کتنی ہی دیر اسے دیکھتا رہا تھا۔۔۔ وہ اس کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔۔۔ وہ کیوں مخالف کے لیے اتنا بے قرار ہو رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

کل انہیں واپس جانا تھا۔۔۔۔وہ جس کیس پر کام کر رہے تھے وہ سنگین ہوتا جا رہا تھا۔

ان دنوں میں حادنے اس کی چھوٹی چھوٹی چیز کا بھی دھیان رکھا تھا۔۔۔۔

اب بھی وہ گاڑی کا سفر کرتے واپسی کی راہ پر گامزن تھے۔۔۔

حیات میں نہیں چاہتا آپ اس کیس پر کام کریں۔۔۔وہ جو باہر کے مناظر میں کھوئی تھی چونکی۔

مگر کیوں۔۔۔؟

وجہ جو بھی ہے میں بس نہیں چاہتا۔۔۔

یہ میرا پہلا کیس ہے۔۔۔۔اس نے دھیمے سے کہا۔

آپ اگلے کیس پر کام کر لیں۔۔۔۔۔حادنے سامنے سڑک پر ہی نگاہیں مرکوز کرتے کہا۔

یہ میری زاتی زندگی سے منسلک ہے میں اس کیس کو چھوڑنا نہیں چاہتی اس نے دوٹوک لہجے میں کہا تو خاموشی چھا ئی۔

حیات کو اس کی خاموشی چبھی تھی۔۔۔۔

میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔۔۔اس کی توجہ نہ ملتے اس نے کہا۔۔۔اسے سفر کرنا بہت برا لگتا تھا اور اکثر اس کے ساتھ یہ ہوتا تھا جب وہ سفر کرتی تھی لیکن ابھی معمولی سے سر درد کو اس نے توجہ نہ ملتے دیکھ بہنانہ بنایا تھا۔

حادنے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے نم نگاہوں سے اسے دیکھا۔

میرا سر درد ہو رہا ہے حاددد۔۔۔۔اس نے زرا تیز آواز میں اب کی بار کہا۔

آہستہ بولیں میں سن رہا ہوں۔۔۔۔میر حادنے سنجیدگی سے کہا تو حیات نے رخ موڑ لیا۔

حادنے اس کی طرف دیکھتے گاڑی سائیڈ پر روکی تھی اور اگر اتر کر سامنے سٹور میں گیا تھا۔

واپس آتے اس کی جھولی میں پانی کی بوتل، سینڈوچ اور پین کلر رکھتے اس نے اسے کھانے کا اشارہ کیا۔

یہ نہیں کھانا۔۔۔

فوراً سے پہلے کھاؤ۔۔ حادنے کہا تو وہ اسے بتانہ پائی کہ وہ سفر میں کچھ نہیں کھاتی نہیں تو اس کا دل خراب ہوتا ہے

۔۔۔

پین کلر لیتے اس نے آنکھیں موندلی تو حادنے مطمئن ہوتے اس کی سیٹ کو پیچھے کرتے گاڑی سٹارٹ کی۔

مجھے سچ میں یہ کیس نہیں چھوڑنا۔۔ اس کی آواز سنتے حادر ضوان کے ہونٹ استہزا یہ انداز میں اوپر کو اٹھے۔

حیات حادر ضوان۔۔۔ یہ تمہاری ضد ہے تو ضد ہی سہی۔۔ لیکن یادرکھو جس جگہ مجھے لگا کہ اب معاملات پیچیدہ ہوگئے ہیں اسی لمحے تمہیں وہ کیس چھوڑنا پڑے گا۔۔۔۔ یہ آپشن نہیں دے رہا تمہیں حتمی فیصلہ سنارہا ہوں۔۔۔

وہ آپ سے تم کا سفر اپنی مرضی سے کرتا تھا حیات نے اتناتو جان لیا تھا۔۔۔

لیکن۔۔۔۔ اس نے کچھ کہنا چاہا۔۔۔

سو جاؤ۔۔۔ ابھی وقت ہے گھر پہنچنے میں۔۔۔۔

اس نے کہا تو وہ واقعی ہی آنکھیں موندے سو گئی۔۔۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻

اس کے بعد سے میر دلاور رضوان نے حوریہ دلاور رضوان سے مخاطب ہونا چھوڑ دیا تھا۔

وہ اسے دیکھتا تک نہیں تھا۔۔۔۔ نا اسے ٹوکتا تھا۔۔۔ اور حوریہ کے مطابق یہ سب سکون کا باعث تھا۔

آج ان کے کزن آسٹریلیا سے آنے والے تھے۔۔۔۔ناہید اختر آج اپنے بیٹے کے ساتھ آرہی تھی جس کی صبح سے تیاریاں کی جارہی تھیں۔

حوریہ کے بی ایس سی کے امتحانات بھی ہونے والے تھے۔۔۔۔اور ایک مہینے بعد رمضان بھی آنے والا تھا۔۔۔

اور ہر سال وہ عید کے لیے کچھ پرجوش ہوا کرتی تھی۔۔۔۔اس بار بھی اس نے سب کرنے کا سوچا تھا لیکن نہیں جانتی تھی کہ یہ عید اس کی زندگی کی یادگار عید ہونے والی ہے۔

میر دلاور رضوان آج بھی نہیں آیا تھا گھر۔۔۔۔حوریہ حیران تھی اس کے رویے پر۔۔۔۔کبھی اسے لگتا تھا وہ زیادہ بول گئی ہے۔۔۔لیکن اس سے معافی مانگنے کی ہمت نہ کرپائی تھی وہ ابھی تک۔

ناہید اختر اور ان کے بیٹے فرزند اختر آچکا تھا۔۔۔وہ سب سے ملتے اندر بیٹھے اب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

فرزند پروفیسر تھا وہاں کی بہترین یونیورسٹی کا۔۔۔اسے حوریہ سے مل کر اچھا لگا تھا۔۔۔

اب وہ اس مہینے یہی رہنے والے تھے۔۔۔۔کیونکہ ناہید بیگم کا کہنا تھا کہ وہ فرزند کے لیے دلہن دیکھنے آئیں ہیں اور دوسرا رضوان صاحب اور فرزین بیگم عمرہ پر گئے تھے تو ان کے لیے بھی وہ یہاں رکیں تھیں۔

ایسی ہی باتوں میں رات ہوگئی۔۔۔کھانے کی میز پر سب بیٹھے تھے۔۔۔

دلاور کہاں ہے بھئی۔۔۔صبح سے نظر نہیں آیا۔۔۔ان کے کہنے پر حوریہ نے نظریں اٹھائیں۔

بس آنے والے ہوں گیں بھائی۔۔۔عادی نے کہا تو اس نے نظریں جھکائیں۔۔۔۔۔اسے اب برا لگا رہا تھا۔۔۔

آپ کیا کرتی ہیں حوریہ۔۔۔۔؟فرزند نے یک دم اس سے سوال پوچھا تو وہ چونکی۔۔۔

بی ایس سی۔۔۔بس ابھی امتحان دے کر فری ہو جاؤں گی اس نے کہا تو فرزند نے سر ہلایا۔

وہ دونوں چونکے ساتھ بیٹھے تھے اس لیے فرزند اس سے اور عادی سے بات چیت بھی کر رہا تھا۔

وہ کھلے ماحول میں پلا بھرا تھا۔۔۔۔۔۔۔اس نے حوریہ کو دیکھا جو کھانا کھا رہی تھی۔۔۔اسے وہ پسند آئی تھی بے حد۔۔۔۔۔لیکن اسے پتا تھا کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔

اسلام علیکم!

میر دلاور رضوان نے اندر آتے سلام کیا۔۔۔اور پہلی نظر حوریہ اور اس کے ساتھ بیٹھے فرزند سے جا ٹکرائی۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔ناہید بیگم نے اسے اٹھ کر پیار دیا تھا اب وہ فرزند سے مل رہا تھا۔۔۔

پسند اچھی ہے تمہاری مین۔۔۔۔وہ اس کے کان میں بولا لیکن میر دلاور رضوان کو اندازہ نہ ہو سکا کہ کس پسند کی بات کی گئی ہے۔

کھانا کھاؤ گے میر۔۔۔ناہید بیگم نے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔۔بس کافی پیوں گا۔۔۔اس نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔۔۔۔

حوریہ میر کی کافی بنا دو بیٹا۔۔۔۔حوریہ کو اپنی جگہ سے اٹھتا دیکھ وہ بولی۔

نہیں پھپھو۔۔۔۔۔آپ ملازمہ سے بنوا دیں مجھے اور کسی کے ہاتھ کی نہیں پسند۔۔۔۔وہ جو جی کہنے والی تھی پیچھے سے دلاور کی آواز سن کر رک گئی۔

اس کی آنکھیں لبالب پانی سے بھر گئیں مہمانوں کے سامنے اس تذلیل پر جو اور کسی نے نہیں لیکن فرزند نے ضرور محسوس کیا تھا۔

پھر وہ برتن سمیٹتی اپنے کمرے میں چلی گئی تو ناہید اختر نے کافی اس کے روم میں پہنچائی۔

✨✨✨✨✨✨✨✨

آج وہ سب باہر آئے تھے ڈنر کرنے۔۔۔۔۔سب بیٹھے باتوں میں مصروف تھے۔۔۔لیکن فرزند کی نگاہیں اس پر تھیں جس کے بال ہوا کے دوش لہرا رہے تھے۔

وہ میر دولار کے بائیں طرف بیٹھی تھی اور فرزند بالکل سامنے۔۔۔

فرزند کیا آپ میری پڑھائی میں کچھ مدد کریں گیں۔۔

میں نے بیچ میں کچھ دن سکپ کیا تھا تو میرا سلیبس کچھ مسنگ ہے۔۔۔باقیوں کو باتوں میں لگا دیکھ حوریہ نے اسے مخاطب کیا۔

ضرور۔۔۔۔۔فرزند نے مسکراتے کہا۔۔۔اس کی یہ مسکراہٹ سنجیدگی سے دیکھی تھی میر دلاور رضوان نے۔۔۔

مجھے بھی پڑھا دینا۔۔۔۔عادی نے بھی شوشا چھوڑا۔۔۔

معزرت۔۔۔یہ آفر صرف حور کے لیے ہی موجود تھی جو اسے نے گریب کرلی فرزند نے کہا تو عادی نے منہ بنایا۔

حوریہ نے ہنستے عادی کو منہ چڑایا تو وہ منہ بسوڑ کر بیٹھ گیا۔

میر نے اس کا حوریہ سے حور تک کا سفر دو دن میں طے ہوتا محسوس کیا تھا۔۔

اور اگلے ہی دن سے حوریہ اس سے پڑھنے لگی تھی۔۔۔۔وہ اچھے نمبروں سے پاس ہوکر میر دلاور کو دکھانا چاہتی تھی کہ صرف وہی نہیں زہین اس گھر میں۔

وہ پورے دل سے پڑھ رہی تھی۔۔۔وہ ابھی نہاکر آئی تھی اس لیے بال کھلے تھے جو اب اس کے منہ پر آرہے تھے۔

پنکھا تیز ہونے کی وجہ سے اس کے بال اُڑے تو فرزند نے ہاتھوں سے انہیں نیچے کیا وہ جو باہر سے ابھی آیا تھا یہ منظر دیکھ کر تیز قدم چلتا ان کے نزدیک آیا۔

مجھے اپنی بیوی سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔ویٹ کرو تھوڑا۔۔اس نے حوریہ کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا اپنے کمرے میں لایا اور دروازے بند کرتے اسے ساتھ لگایا۔

اگر میں کچھ کہہ نہیں رہا تو تم میری خاموشی کا ناجائز فائدہ اٹھاؤ گی۔۔۔؟

میں نے کیا کیا۔۔۔۔؟

تم میرے نام سے منسلک ہو حوریہ بیبی۔۔۔۔ابھی میری عزت ہو۔۔۔اور مجھے بالکل نہیں پسند کہ مجھ سے منسلک وجود ایسے بال کھولے کسی اور کے قریب ہو کر بیٹھے یا۔۔۔

وہ بڑے بھائی ہیں میرے میر۔۔۔اس نے بے یقینی سے کہا۔۔۔اسے اچھا نہیں لگا تھا اس کا ایسے کہنا۔

تم اسے سمجھتی ہو بھائی۔۔۔کیا وہ بھی تمہیں اپنی بہن سمجھتا ہے۔۔؟میر نے کہتے ساتھ لگے آئینے پر ہاتھ مارا۔

آپ غلط سمجھ۔۔۔۔۔۔

جس سے کانچ کا ایک ٹکرا اس کے ہاتھ میں گھس گیا۔۔۔اور اب بھل بھل خون زمین پر گر رہا تھا۔

میر رر۔۔۔۔حوریہ نے کہتے اس کا ہاتھ تھاما تو میر دلاور رضوان نے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

دیکھنے تو دیں۔۔۔۔

جاؤ۔۔۔یہاں سے۔۔۔۔۔

میر چوٹ لگ گئی ہے خون نکل رہا ہے۔۔۔دیکھنے دیں زخم اس نے پھر سے اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔۔۔

میں غلط سمجھتا ہوں تمہاری ہر بات۔۔۔میں تم پر پابندیاں لگاتا ہوں۔۔۔مجھ سے نکاح تمہاری غلطی تھی اور کیا کہا تھا تم نے۔۔۔۔

ایسے شخص کے ساتھ رہنا بھی کون چاہے گا جس کے پاؤں زمین پر ہی نہیں ٹکتے۔۔۔وہ چاہتے ہیں کہ سب ان کی جی حضوری کرتے پھرے۔

ان کے سامنے مجھے لگتا ہے میری سانسیں نہیں چل رہی۔۔۔مجھے گھٹن ہو رہی ہے۔۔۔۔کچھ تو کمی ہے اس شخص میں کہ کوئی ان کی زندگی کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔۔۔

میر حادر رضوان نے اس کی باتیں دہرائیں۔۔۔

اتنا برا لگ رہا ہے نا یہ رشتہ اور میرا نام اپنے نام کے آگے تو ٹھیک ہے اب نہیں رہے گا میں بابا سے بات کر کے تمہیں آزاد کر دوں گا۔۔۔وہ دھاڑا تو وہ سن کھڑی رہی۔۔۔

کیا اس نے کبھی اس اسے آزادی مانگی تھی۔۔۔؟

ہاں اس کا پابندیاں لگانا اسے پسند نہیں تھا اور شروع میں اس نے کافی کچھ کہا تھا لیکن۔۔۔۔

اس کے منہ سے آزادی کا سنتے اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا۔۔۔تو وہ روتی اس کے کمرے سے نکل گئی۔

✨✨✨✨✨✨✨✨✨

وہ پہنچ گئے تھے۔۔۔حیات واپسی پر سوتی آئی تھی لیکن اب پھر سو گئی تھی کیونکہ اس کا سر اب بھی درد ہو رہا تھا۔

حادر آتے ہی نکل گیا تھا۔۔۔۔اب چونکہ حیات اس کی زات سے منسلک تھی تو اس نے اس گھر کی سیکیورٹی بڑھانے کا فیصلہ کیا تھا۔

واپسی پر وہ کیمرہ لگوانے کے لیے لوگوں کو بلوا چکا تھا۔۔۔اسے ایک نظر دیکھتے وہ چلا گیا۔

واپسی اس کی شام کو ہوئیں تھی۔۔۔۔اس نے کچن میں جھانکا جہاں شاید وہ کچھ کر رہی تھی۔

اس نے دو آدمی جنہیں کیمرہ لگوانے کے لیے بلایا تھا کام کرنے کو بولا۔

اور کچن کی طرف بڑھا جہاں وہ چائے رکھ رہی تھی چولہے پر۔

اپنے پیچھے اس کی موجودگی محسوس کرتے وہ پلٹی تھی اسے دیکھا وہ بھی حیات کو ہی دیکھ رہا تھا۔

چائے پئیں گے؟

سر درد ٹھیک ہوا۔۔۔؟

اس کے قریب آتے اس کے سر پر دوپٹہ رکھتے پوچھا گیا۔

ہمم۔۔۔

اس کے لمس پر اس نے گہری سانس کھینچ کر کہا۔۔یہ لمس اسے کتنے تحفظ کا احساس دلاتا تھا وہ بتا بھی نہیں سکتی تھی۔

اچھی بات ہے۔۔۔

اس کا گال تھپتھپاتے وہ باہر نکلا تھا اسے بتا کر کہ وہ چائے پیے گا اور وہ کیمرا ز لگوا رہا ہے سیکورٹی کے لیے حیات جانتی تھی یہ کیمراز اس کے لیے لگوائے جا رہے ہیں۔۔۔وہ خود کو خوش نصیب تصور کرنے لگی تھی۔۔۔۔وہ خوش سے زیادہ مطمئن تھی۔

اس کی سالوں پہلے مانگی گئی دعاؤں کو رد نہیں کیا گیا تھا۔۔۔اس نے ہمیشہ خود کے لیے ایک بہترین شخص مانگا تھا۔۔۔لیکن اپنی قسمت کو ایسے دیکھ وہ ٹوٹ گئی تھی۔

اسے اپنی دعاؤں پر بہت یقین ہوتا تھا۔۔ لیکن سمیل رانا کے ساتھ زندگی گزارتے اسے لگا تھا وہ ایسے ہی مر جائے گی۔۔۔۔۔

لیکن میجر میر حادر رضوان کی آمد نے اسے بتایا تھا کہ دعائیں کبھی رد نہیں ہوتیں بس انہیں سنبھال کر رکھ لیا جاتا ہے۔۔۔۔ وہ سہی وقت پر قبولیت کا درجہ پاتی ہیں کبھی معجزے کی صورت میں مکمل ہو جاتی ہیں اور کبھی خواب سے حقیقت بن کر۔

یہی سب سوچتے اس نے ان دو آدمیوں کا سوچا۔۔

ان کے لیے بھی چائے بنانی چاہیے۔۔۔ ان ہی سے پوچھنے کے لیے وہ باہر نکلی۔

بھائی سنیں۔۔۔ اس نے باہر نکل کر اس شخص کو مخاطب کیا۔۔ دوسرے کو باہر میں گیٹ کے اوپر لگانے کا حاد سمجھا رہا تھا جو سامنے ہی نظر آ رہے تھے۔

جی۔۔۔ اس شخص نے عجیب سے انداز میں اسے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا۔۔۔۔

چائے۔۔۔ چائے پیئیں گے۔۔۔ عورت تھی کیسے نا پہچانتی اس ایک نظر کا مقصد۔۔۔۔

پلا دیں۔۔۔ وہ شخص مونچھوں کو تاؤ دیتا اس کی قمر کو دیکھتا خباثت سے مسکرایا تھا۔

وہ کچن میں چلی گئی لیکن ٹھیک تین منٹ بعد اسے ایک چیخ سنائی دی تو وہ دوڑ کر باہر آئی۔۔۔ حاد اسی شخص کو پیٹ رہا تھا۔

یہ آنکھیں نکالنے میں مجھے بالکل وقت نہیں لگے گا۔۔۔ میری بیوی تو کیا اپنی بیوی اور بچوں کو بھی نہیں دیکھ پاؤ گے تم پے در پے اس کو لاتیں مارتا وہ دھاڑا تھا۔

حیات ساکن سی وہیں دروازے پر کھڑی۔۔۔ اس شخص کو اپنے لیے لڑتا دیکھنے لگی۔

اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔۔۔۔وہ کتنا مکمل تھا لیکن وہ۔۔۔۔۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻🌻

وہ شخص تو چلا گیا تھا۔۔اسے کافی چوٹیں آئی تھیں دوسرے سے سارا کام کرواتے وہ کمرے میں آیا تو وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

اس کے ساتھ آکر کھڑے ہوتے اسے نے حیات کا رخ موڑتے دیکھا جس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اس کا دل لرزا۔

زندگی۔۔۔!اس کو جھٹکے سے خود کی طرف موڑتے وہ بولا تھا۔

آپ کیوں ہیں ایسے حاد۔۔۔؟مرد تو اتنے اچھے نہیں ہوتے۔۔۔مرد تو انا کا پتلا ہوتے ہیں جنہیں کوئی مسمار نہیں کر سکتا۔۔۔جن کے آگے ہم مر بھی جائیں تو انہیں دوسری عورت کی حسرت رہتی ہے۔۔۔جن کے لیے ان کی ضد ان کے غصے سے بڑا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔جن کی نظر میں عورت ایک حقیر شے کے۔۔۔۔لیکن آپ کیوں ہیں ایسے۔۔۔۔کیوں لڑے میرے لیے۔۔۔وہ اسکے سینے پر مکے مارتی چیخی تھی۔

حیات۔۔۔۔

حیات۔۔۔اسے جھٹکے سے روکتے حاد نے منجمد نگاہوں سے اسے گھورا تھا۔۔

سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے۔۔۔۔اس لیے یہ باتیں زہن سے نکال دیں۔۔۔۔۔ہر ایک مرد عورت کو الگ طریقے سے بیان کرے گا۔۔۔اس کا بیان اس کی سوچ کا عکس ہو گا۔۔۔میں ہر رشتے میں برابری کا قائل ہوں۔۔۔یہ ڈرام نہیں چل رہا یا کوئی افسانوی زندگی۔۔۔۔جہاں میں یہ سب ڈائیلاگز بولوں۔۔۔لیکن میرے لیے عورت مرد کے برابر ہے۔۔۔۔۔اگر مجھ سے منسلک عورت میرے جوتے پالش کر سکتی ہے تو میرے لیے یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ میں جھک کر اس کی سینڈل اتارتے کو آنا کا مسئلہ بنالوں۔۔۔۔رشتے برابری سے چلتے

ہیں۔۔۔ کبھی خود جھک جائیں کبھی سامنے والے کو جھکا دیں۔۔۔ میں ایسا ہی ہوں کیونکہ میری تربیت ایسی ہے۔۔۔ میرا سیکھا علم مجھے یہ سب سکھاتا ہے۔۔۔ اس نے حیات کو ساتھ لگاتے کہا۔

آپ مکمل ہیں۔۔۔۔ اس نے سسکی بھری۔۔۔

مجھے آپ نے مکمل کیا ہے حیات۔۔۔ وہ اسے پھر ایک بار معتبر کر گیا تھا۔۔۔

آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی۔۔۔؟

آپ کو تو کوئی بھی مل جاتی۔۔۔ حیات نے اس کے سینے سے سر اٹھاتے اس سے پوچھا۔

حادنے پیچھے کی طرف قدم لیے اور بستر پر گرتے اس کے گرد حصار کھینچا۔۔۔

سوال بہت ہیں بھئی آپ کے میں تھک جاتا۔۔۔ اس کی تھوڑی کو چومتے وہ مسکرا کر بولا۔۔ اس کی آنکھیں مسکرائیں تھی۔

آپ سے شادی۔۔۔ اس نے سوچتے اسے دیکھا جو تمام تر توجہ لیے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

کیونکہ میرے دل نے آپ کو دیکھ کر گواہی دی کہ میر حادر ضوان کو یہ لڑکی مکمل بنا سکتی ہے۔۔۔ میرے دل نے آپ پر مہر لگا دی اور بس۔۔۔۔

حیات نے اسے دیکھا۔۔۔ وہ کتنا خوبصورت مرد تھا۔۔۔ ہاں مرد کو خوبصورت اس کی رنگت یا اس کے خدوخال نہیں اس کا دل، اس کا اخلاق، اس کا رویہ بناتا ہے جو خود سے منسلک لوگوں کے ساتھ وہ روا رکھتا ہے۔

اور کچھ پوچھنا ہے تو آج ہی پوچھ لو۔۔۔ لیکن تمہاری یہ انسکیورٹی دوبارہ نہ دیکھوں۔۔۔ حادنے اس کے بال کان کے پیچھے اڑستے سخت لہجے میں کہا۔

کیا آپ کو کبھی محبت ہوئی ہے۔۔؟

یہ سوال تھوڑا سا مشکل ہے اس کا جواب میں آپ کو کچھ دیر بعد دوں گا۔۔۔اس نے کہا تو حیات نے منہ بسوڑا ایسے کرتے وہ کیوٹ لگی تھی۔

💔💔💔💔💔💔💔

ڈیم۔۔۔۔میر دلاور رضوان نے ہاتھ پھر سے کہیں مارنا چاہا تھا لیکن زخم دیکھتے اس نے اپنے قدم باتھ روم کی طرف بڑھائے۔

وہ مرد تھا کیسے نا کسی دوسرے مرد کی آنکھوں میں پسندیدگی محسوس کرتا۔۔وہ بھی اپنی بیوی کے لیے۔

اس نے یہ رشتہ دل سے قبول کیا تھا۔۔۔۔وہ یہ رشتہ نبھاتا بھی لیکن حوریہ ذیشان کے اپنے بارے میں خیالات سنتے وہ اسے بدگمان ہوتا چلا گیا تھا۔

وہ ہر لمحے اس رشتے کو غلطی اور جلد بازی کا نام دیتی آئی تھی۔۔۔۔۔وہ اسے اس رشتے سے کبھی آزاد نہ کرتا۔۔۔

اس لڑکی کو تو وہ مرتے دم تک نہ چھوڑتا جس کو دل نے تب ہی قبول کر لیا تھا جس دن اس نے میر دلاور کا سر گود میں رکھا تھا اپنی۔۔۔

وہ صرف غصے میں یہ سب بول گیا تھا۔۔۔۔وہ اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ یہ رشتہ مزاق نہیں ہے۔۔۔

اس نے زخم دھویا اور بنا پٹی کیے اوندھے منہ بستر پر پڑتے بتیاں بجھائی اور لیٹ گیا۔

دوسری طرف وہ اپنے کمرے میں رو کر تھک چکی تھی۔۔۔وہ کیسے چلایا تھا اس پر۔۔۔اسے تو شادی جیسے رشتے سے بہت ڈر لگتا تھا۔

اس کی جماعت کی ایک لڑکی کی شادی ہوئی تھی۔۔۔اس کے شوہر نے اس کی پڑھائی چھڑوادی تھی۔۔۔اس کا دوستوں کے ساتھ آنا جانا باہر۔۔۔۔وہ اس پر پابندیاں لگاتا تھا۔۔۔

اسے بھی بہت ڈر لگتا تھا۔۔۔۔کہ کہیں اس کی قسمت ویسی نہ ہو۔۔۔اس نے بنا روک ٹوک کے زندگی گزاری تھی کیونکہ اسے اپنی حدود پتا تھیں لیکن میر دلاور رضوان پھر بھی اسے کافی چیزوں سے منع کرتا تھا۔

وہ غصے میں اس کے بارے میں نا جانے کیا کیا بول دیتی تھی جس کے لیے بعد میں وہ پشیمان بھی ہوتی تھی۔۔۔پہلی بار جب میر دلاور نے اس کی باتیں سنی تھی۔

تب بھی اس نے اپنی کلاس کی اس لڑکی کی باتیں سن کر اس کی زندگی کو دیکھتے اپنا غصہ اتارا تھا۔

وہ اپنے غصے میں کئی بار اس کی زات کو نشانہ بنا گئی تھی اور کئی بار اس خوبصورت رشتے کا مذاق بنا گئی تھی۔

وہ کبھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کے نام کے آگے سے اُس کا نام ہٹے۔۔۔کبھی وہ اسے دیکھتی تک نہ تھی اور آج وہ اس کی تکلیف پر بے چین ہو جاتی تھی جیسے کہ ابھی ہوئی تھی۔

گھڑی پر وقت دیکھا جو پونے بارہ بجا رہی تھی۔۔۔اس نے چینج کیا منہ ہاتھ دھویا اور کمرے میں ٹہلنے لگی آیا وہ جائے یا نہیں۔

پھر کچھ سوچتے دھیرے سے اپنے کمرے سے باہر نکلی اور قدم اس کے کمرے کی طرف بڑھائے۔

اور دروازے کا نوب گھمایا۔۔۔جو لاک نہ تھا۔۔۔اندر داخل ہوئی تو سائیڈ لیمپ کے علاوہ ساری بتیاں گل تھی۔

کمرے کے ٹھنڈے اور خوابناک ماحول میں اس نے گہری سانس بھری اور اسے دیکھا جو عادت کے مطابق اوندھے منہ سو رہا تھا۔

سامنے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور اس کے پاس آئی جس نے صرف زخم دھویا تھا اور ایسے ہی سو گیا تھا۔

اس نے اس کا فون اٹھا کر ٹارچ چلائی اور اس کے زخم کا معائینہ کیا۔۔ کانچ وہ نکال چکا تھا لیکن زخم گہرا تھا۔

اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما تو دل نے ایک بیٹ مس کی۔۔۔ پھر اس کا زخم دھیرے سے صاف کرتے اس پر پٹی کی۔۔

میر دلاور رضوان اس کے اندر آنے پر ہی جاگ گیا تھا۔ اب اس کے چہرے کے تاثرات دیکھے جو مگن سے انداز میں کافی احتیاط برتتے پٹی کر رہی تھی۔

وہ چونکا تب جب اس نے جھک کر اس کے ہاتھ پر لب رکھے۔۔۔

آئیم سوری میر۔۔۔ یہ میری وجہ سے ہوا اب سے میں دوپٹے کا خیال رکھوں گی۔۔۔ بال بھی باندھا کروں گی اور کپڑے بھی اچھے پہنوں گی۔۔۔ لیکن آپ نے ایسا کیوں کہا۔۔۔ اس نے رندھے لہجے میں کہا۔

اور پھر پیچھے ہوئی اور اٹھ کر چلی گئی۔۔۔

اس کے جانے کے بعد میر دلاور رضوان نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور جہاں اس نے لب رکھے تھے وہاں ہاتھ پھیرا۔

وہ قیمتی اثاثہ تھی اس کا۔۔۔۔۔

❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️

اگلے روز اس نے ناشتے پر دوپٹہ اچھے سے پھیلا کر لیا تھا۔۔ اور بال بھی باندھے تھے لیکن پہنا جینز اور شارٹ کرتا ہی تھا شاید اس کے پاس یہی سب تھا۔

یہ تمہارے ہاتھ پر کیا ہوا بیٹا۔۔ ناہید بیگم نے اسے آتے دیکھ اس کے ہاتھ کو دیکھتے پوچھا تو دونوں کی نظریں ملی اور حوریہ نظریں چرا گئی۔

کچھ نہیں کل گلاس ٹوٹ گیا تھا اس نے عام سے لہجے میں کہا اور بیٹھ گیا۔۔۔۔۔

حوریہ نے اس کے آگے پراٹھا رکھا جو وہ روز کھاتا تھا۔۔۔۔

آج صرف کافی پیوں گا میں۔۔۔۔۔ پھپھو میری کافی بنوا دیں اس نے کہا تو حوریہ کی آنکھیں پل میں نم ہوئیں۔

حور آپ کل چلی گئیں تھیں۔۔۔۔ آج میں فری ہوں آپ چاہیں تو پڑھ سکتی ہیں۔۔۔اس نے کہا تو حور نے چور نگاہوں سے میر کو دیکھا جو فون پر مصروف تھا۔

نہیں تقریباً تیاری ہو گئی ہے۔۔۔۔باقی کے نوٹس میری دوست نے مجھے بھیج دیے تھے شکریہ۔۔۔۔اس نے کہتے پھر سے اسے دیکھا جو اب اپنی کافی پی رہا تھا۔

میر ر۔۔۔۔۔مجھے یونیورسٹی ڈراپ کر دیں اس نے ڈرتے اسے مخاطب کیا۔

مجھے جلدی پہنچنا ہے تم عادی کے ساتھ چلی جاؤ۔۔۔۔اس نے بنا اسے دیکھے جواب دیا تو وہ روہانسی ہوئی۔۔۔

عادی بھی اپنے بھائی اور بھابھی پلس بہن کی ناراضگی سمجھ گیا تھا اس لیے بولا۔۔۔

نہیں بھائی آج مجھے نہیں جانا۔۔۔مجھے بابا کے آفس جانا ہے تو آپ کا وہی روٹ ہے آپ چھوڑ جائیں۔۔۔۔

او کے چلو۔۔۔۔اٹھو جانا ہے تو۔۔۔اس نے کافی کا آخری گھونٹ بھرتے کہا۔

حوریہ نے ابھی اپنا ناشتہ شروع کیا تھا فوراً سے کھڑی ہوئی پلیٹ کھسکا کر۔

ارے بیٹا ناشتہ تو کرنے دو اسے۔۔۔ناہید اختر بولیں۔۔۔۔

مجھے لیٹ ہو جائے گا۔۔۔۔اسی لیے کہا تھا عادی کے ساتھ چلی جائے۔۔

نہیں می۔۔۔میں جاتی ہوں۔۔۔مجھے بھوک نہیں۔۔۔۔جب کہ سب جانتے تھے وہ ناشتہ ضرور کیا کرتی تھی۔

گاڑی میں خاموشی تھی۔۔۔۔۔میر اس کا خود کی طرف چور نگاہوں سے دیکھنا محسوس کر چکا تھا۔

کل سے روزے شروع ہو جانے تھے۔۔۔۔لیکن ہر بار کی طرح اس بار وہ خوش نہیں تھی اس کا دل بوجھل تھا بے حد۔

میر دلاور نے گاڑی مارٹ کے سامنے روکی اور اندر گیا۔۔۔اور لا کر بیگ اس کی جھولی میں رکھا۔

کھاؤ اسے۔۔۔۔اس کی آواز گونجی تو حوریہ نے اسے کھول کر دیکھا جس میں جوس کے ساتھ سینڈوچ بھی تھا۔

وہ ناراضگی میں بھی اس کے بارے میں نہیں بھولا تھا۔۔۔اس نے نم آنکھوں سے کھانا شروع کیا وہ دل میں بے حد پشیمان تھا اپنے اب تک نہ رویے کو کے کر۔

میر۔۔۔اس نے اترتے اس کو پکارا

ہمم۔۔۔۔

آپ مجھے واپسی پر لینے آجائیں گے۔۔۔؟

وقت ملا تو لیتا جاؤ گا وہ کہتا زن سے گاڑی بھگا لے گیا تو وہ بھی نم آنکھوں سے اندر چلی گئی۔

دل ایسے ہی اداس ہو رہا تھا بار بار۔۔۔۔پہلے جب وہ اسے ٹوکتا تھا تو اسے برا لگتا تھا اب جب وہ خاموش تھا تو اس کی خاموشی اسے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

😥😥😥😥😥😥😥

آپ نے اس آدمی۔۔۔حیات نے سوچتے۔۔۔

تم پر میں کسی کی علیظ نظر برداشت نہیں کروں گا۔۔۔میرے زور بازو میں اتنی طاقت ہے کہ میں اسے جہنم وصال کردو اس پر گرفت سخت کرتے وہ سنجیدہ سا بولا تھا۔

حیات کو اس سے خوف محسوس ہوا۔۔۔۔۔

حاد۔۔۔۔

ہم۔۔۔۔۔وہ جو اس کے بالوں کی خوشبو خود میں اتار رہا تھا بوجھل لہجے میں بولا۔

کیس کہاں تک پہنچا۔۔۔۔؟

اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔۔۔۔تمہارا جو کام ہو گا وہ تمہیں بتا دیا جائے گا۔۔۔وہ تیزی سے اٹھتا الماری سے کپڑے نکالنے لگا۔

حیات کی آنکھیں نم ہوئیں۔۔۔۔

نہیں۔۔۔بابا نے کہا تھا کہ یہ کیس آپ کے ساتھ میں ہینڈل کروں گی تو آپ مجھے کیوں سب سے آگاہ نہیں کر رہے وہ تیزی سے اس کے پاس جاتی بولی۔

حیات واپس جاؤ کھاؤ میں لے آیا تھا گاؤ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔

لیکن۔۔۔۔وہ جا چکا تھا۔۔۔

وہ کیوں اسے کام نہیں کرنے دینا چاہتا تھا۔۔۔کیا دوسرے مردوں کی طرح اسے بھی بیوی کا شانہ بشانہ ہو کر کام کرنا پسند نہ تھا۔۔۔اس کا دل بدگماں ہونا چاہتا تھا لیکن کچھ دیر پہلے اس کے بولے جانے والے لفظوں پر اس نے خود کی سوچ کی نفی کی

کھانا خاموشی سے کھایا گیا تھا۔۔۔۔

چائے۔۔۔؟حیات نے اسے اٹھتے دیکھ پوچھا۔

نہیں۔۔۔۔وہ کہتا کمرے میں چلا گیا۔۔۔۔

وہ چیزیں سمیٹتی جب اندر گئی تو وہ کمفرٹر اوڑھے چت لیٹا تھا۔۔۔

وہ بھی آکر خاموشی سے لیٹ گئی دونوں اپنی سوچ میں غلطاں تھے۔

کل مجھے بابا کی طرف چھوڑ جایئے گا۔۔۔۔حیات نے کہا تو اس نے ہاتھ ہٹایا سر سے۔

اگر یہ ناراضگی ہے تو جان لیں اس کا فائدہ نہیں۔۔۔۔میں چھوڑ آؤں گا لیکن واپس لینے نہیں آؤں گا۔۔۔اس نے کہا تو حیات کی آنکھیں ڈبڈبائی۔

ٹھیک ہے۔۔۔وہ بولی تو حادنے اسے دیکھا جو رخ موڑے لیٹی تھی۔

یہاں آؤ۔۔۔۔

اپنا بازو بستر پر پھیلاتے اسے حکم دیا گیا۔

حیات نے سنتے ان سنا کیا تو میر حادنے کھینچ کر اسے ساتھ لگایا اب اس کی قمر اس کے سینے کے ساتھ لگی تھی۔۔۔

میرے فیصلے کے خلاف جانا چاہتی ہو۔۔؟

حیات نے آگے سے کچھ نہ کہا تو وہ اسے چھوڑتا کمرے سے ہی نکل گیا۔۔۔

وہ جو اسے نا میں جواب دینے لگی تھی اس کے اس قدم سے وہ وہیں تکیے میں منہ دیئے رونے لگی۔

کچھ دیر بعد حیات نے نیند سے بند ہوتی آنکھوں کو کھولا اور گھڑی پر نظر دوڑائی جو رات کا سوا ایک بجا رہی تھی۔

وہ نیند میں جھولتی اٹھی اور کمرے سے باہر نکلی ساتھ والے کمرے کی بتی چل رہی تھی۔

وہ اندر داخل ہوئی تو وہ وہیں کرسی پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔

اسے دیکھتے حادنے اسے نظر انداز کیا تھا جو حیات کو بے حد برا لگا تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف گئی اور کھڑی ہو گئی۔۔۔۔۔

اب کیا چاہتی ہو۔۔۔؟؟ حاد کی گھمبیر آواز پر حیات نے تھوک نگلا اور پھر اس کے سامنے سے لیپ ٹاپ ہٹاتے وہ میز پر بیٹھی اور جھکتے اپنا سر حاد کے سر کے ساتھ جوڑا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے حاد۔۔۔۔۔ اس نے دھیمے سے کہا تو وہ مسکرایا۔

حیات حادر ضوان میں سب کر سکتا ہوں چاہو تو مجھے چیلنج کر کے دیکھ لو اس کی قمر پر ہاتھ باندھتے وہ مسرور سا بولا تھا۔

اس کا غصہ اس کے نزدیک آنے پر ہی غائب ہو گیا تھا۔۔۔

نیند آئی ہے۔۔۔ اس کے کندھے پر سر رکھتے حیات نے اسے کہا تو حاد نے اسے گھورا۔

پھر جھٹکے سے اسے باہوں میں بھرتے بستر پر لٹاتے بتیاں بجھاتا وہ بھی لیٹ گیا تھا۔

حیات۔۔۔۔

ہم۔۔۔۔

میر حادر ضوان کو آج آپ کا کچھ وقت درکار ہے۔۔۔۔ اس کی گھمبیر آواز اپنے کان کے پاس سنتے اس کی ہتھیلیاں نم ہوئیں۔

مجھے نیند آئی ہے سچ میں۔۔۔۔ حیات نے کہا لیکن جواب نہ ملنے پر اسے نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔

حاد آپ میری بات کا جواب نہ دے کر میری آدھی جان کو فنا کرنے کا ہنر رکھتے ہیں اس نے ماتھے پر بل ڈالتے کہا تو کمرے میں میر حاد کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا۔

مت بھولو تم خود چل کر میرے پاس آئی ہو۔۔۔ حاد نے کہا تو حیات نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اس کے لیے ہزاروں جزبات تھے۔۔

اس نے حاد کے کندھے پر سر رکھتے گہری سانس بھری۔۔۔

حاد نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے اس کے کندھے پر لب رکھے اور کے وجود کو خود میں گم کر گیا حیات کی خود سپردگی نے اسے معتبر کیا تھا۔

حیات یعنی زندگی۔۔۔۔ آپ میری زندگی کا کل اثاثہ ہیں جان لیں۔۔۔ وقتاً فوقتاً اسے میر کی کی گئی سو گوشیاں سنائی دی تھیں۔

جنہیں سنتے وہ دل سے مسکرائی تھی۔۔۔ اپنے رب کا من ہی من میں وہ ہزار بار شکر ادا کر چکی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

انہوں نے کیس پر کام شروع کر دیا تھا۔۔۔ حاد اسے چھوٹے چھوٹے کام ہی دیا کرتا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنی بیوی کو ان کاموں سے دور رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ کیس سمیل رانا کا تھا۔۔ اپنی بیوی کے ماضی کو کھلتا نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔

اسی لیے اس نے حیات کو کسی دوسرے کیس پر کام کرنے کا کہا تھا لیکن اس کی ضد دیکھ وہ خاموش ہو گیا تھا۔۔۔ شاید وہ بھی سمیل رانا سے اپنے ساتھ ہوئی زیادتیوں کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔

حیات نے اس کے منع کرنے کے باجود بھی چھپ کر سمیل رانا کی مخبری کی تھی۔۔۔ حاد اس کے ہر عمل سے واقف تھا اسی لیے اس کی حفاظت کے لیے دو لوگ ہمیشہ اس کے پیچھے ہوتے تھے جب وہ سمجھتی تھی کہ وہ اکیلی ہے۔

وقت گزر رہا تھا۔۔۔ وہ اپنے مشن پر ڈٹے تھے۔۔۔ اس عرصے میں صرف ایک فرق حیات کو محسوس ہوا تھا اور وہ یہ کہ۔۔۔

حاد اس کے لیے ہر بڑھتے دن کے ساتھ ضروری ہو گیا تھا۔۔وہ دونوں محبت جیسے جزبے سے آشنا ہو گئے تھے۔
حاد کی ہر بڑھتے دن کے ساتھ خود کے لیے پوسیسونس اور جنون دیکھتے وہ ڈرنے لگی تھی۔۔۔وہ اس کی چھوٹی سی چوٹ پر بھی کانپ اٹھتا تھا۔۔۔

ابھی کچھ گھنٹوں میں انہیں سمیل رانا کے مین اڈے کی طرف نکلنا تھا۔

اب تک وہ اس کے تمام دوسرے اڈے یا تو اڑا چکے تھے یا دنیا کے سامنے لے آئے تھے۔

سمیل رانا آج کل ویسے بھی بوکھلایا پھر رہا تھا کیونکہ حیات کی دی گئی معلومات کے بعد اس کا ٹرک وہ روک چکے تھے۔۔۔

حیات واپس گھر چلی جائیں وہ مصروف سا بولا۔۔۔

میں ساتھ جاؤں گی اس کے مضبوط لہجے پر اس نے دو پل کے لیے اسے دیکھا اس کی آنکھوں کی چمک کو وہ ماند نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

وہ سب نکل چکے تھے۔۔۔۔اس نے حیات کو اپنے آس پاس رہنے کی خاص تاکید کی تھی جس پر اس نے زور شور سے سر ہلایا تھا۔

وہ جو اس کے خلاف ثبوت لیتے نکلنے لگے تھے۔۔۔سب باہر جا چکے تھے وہ بھی جاتا جب کسی آدمی کو حیات کو تھامے دیکھ وہ تھما تھا۔

حاد نے اسے جھٹکے سے اس شخص کے شکنجے سے دور کیا تھا۔

تیری ہمت کیسے ہوئی اِس کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔انہیں یہاں سے نکلنا تھا لیکن حیات کو اس شخص کے شکنجے میں دیکھ وہ اپنا آپا کھو بیٹھا تھا۔

بیوی تھی میری یہ۔۔۔۔وہ تو سالہ غلطی ہو گئی مجھ سے نشے میں نہیں تو آج بھی یہ زندگی رنگین۔۔۔۔۔۔

حادنے اس کے چہرے کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

حاد۔۔۔۔

حیات نے کانپتی آواز میں اسے روکنا چاہا تھا

دور کھڑی ہو جاؤ۔۔۔اب کی بار قریب آئی تو تمہیں جان سے مار دوں گا حیات کو دیکھتے وہ چیخا تھا۔

میری بیوی ہے یہ میری۔۔۔۔۔سنا تو نے میجر میر حادر ضوان کی ہے۔۔۔۔حیات حادر ضوان ہے یہ۔۔۔۔اپنی زبان سے اگلی بار نام بھی مت لینا اس کا۔۔۔اس کو ٹھوکریں رسید کرتا وہ پاگل دیوانہ ہی لگ رہا تھا۔

سر یہاں سے نکلنا ہے ہمیں۔۔۔۔۔ہمارے پاس بیک اپ نہیں ہے اس وقت۔۔۔اس کے ساتھی آفیسر نے کہا۔

حاد چلیں۔۔۔۔حیات نے کانپتے ہاتھ سے حاد کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو حادنے اس کا ہاتھ جھٹکا۔۔۔

وہ گرتی کہ وہی ساتھ آفیسر اسے بازو سے تھام کر گرنے سے بچا چکا تھا۔

حادنے اسے بھی دھکا دیا۔۔۔کہا ہے نا ہاتھ نہیں لگانا اسے۔۔۔اس نے حیات کے آنسو دیکھتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے نیچے گرے شخص کو آخری ٹھوکر رسید کی۔

سامنے کھڑی حیات کا ہاتھ جھٹکے سے تھامتے اسے لے کر آگے بڑھا۔۔۔حیات کو اس کی انگلیاں اپنی جلد میں دھنستی محسوس ہوئی۔

سر آپ کو ہیڈ آفس جانا ہے اس وقت۔۔۔اس کو اپنی پرسنل گاڑی میں بیٹھتا دیکھ اسے بتایا گیا۔

مجھے مت سکھاؤ۔۔۔اس نے کہتے انہیں جانے کا اشارہ کیا تو وہ چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی حیات کو اندر دھکا دیتے وہ واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھا۔۔۔گاڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔

حیات کا خون خشک ہوا۔۔اس نے حاد کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا۔۔وہ جانتی تھی وہ اس کے معاملات میں پوسیسو ہے لیکن اس حد تک۔

گھر آتے وہ اسے چھوڑتے اندر چلا گیا تھا۔۔وہ اندر گئی تو کمرے سے آوازیں سنتے کمرے کی طرف دوڑی جہاں وہ آدھی چیزیں توڑ چکا تھا۔

حادددد۔۔۔۔اس کے ہاتھ سے اور کندھے سے خون نکلتا دیکھ وہ چیخی تھی۔

دوسرے کمرے میں جاؤ۔۔مجھے ابھی کسی سے بات نہیں کرنی۔۔۔۔

تمہیں سنائی دے رہا ہے۔۔۔؟؟وہ چیخا لیکن وہ اس کے نزدیک آتی بالکل خاموشی سے کھڑی ہو گئی۔

یہ سب کر کے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟؟

میں نے کہا نا ابھی مجھے بات۔۔۔۔۔۔وہ دور ہوتا کہ حیات نے جھٹکے سے اس کا کالر تھامتے اس کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔

اپنی حالت دیکھی ہے۔۔میجر میر حادر ضوان۔۔۔یہ غصہ کس بات کا ہے۔۔مجھ پر نکال دیں ایک ہی بار۔۔۔۔

حاد نے اسے دیکھتے آنکھیں بند کر کے اپنے اشتعال کو قابو کرنا چاہا اور پھر جھٹکے سے اسے دیوار کے ساتھ لگاتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑی۔

تم میرا غصہ برداشت نہیں کر پاؤں گی۔۔۔کسی دن میری شدتوں سے روبرو ہونا جان جاؤ گی میرا دکھ۔۔

کس بات کا دکھ ہے۔۔۔اس بات کا کہ میں آپ کی بیوی ہوں یا اس بات کا کہ میں اس شخص کی سابقہ۔۔۔

حاد نے اس کے بال مٹھیوں میں بھینچتے اس کا چہرہ اپنا چہرے کے قریب کیا۔

یہ بکواس میں آج تو کیا آئندہ بھی نہیں سننا چاہوں گا تم سے۔۔۔۔۔ نہیں تو اس کی سزا تمہاری سوچ سے زیادہ بڑی ہو گی وہ حیات کے کان کے پاس پھنکارا۔

حیات نے اس کی شرٹ کے بٹن پر ہاتھ رکھتے جھٹکے سے کھولتے اس کے کندھے کے زخم کا معائنہ کیا تھا۔

آپ کو علاج کی ضرورت ہے۔۔۔۔

کیا میرے دل کو دوا دے سکتی ہو جو تمہارے جسم پر اس شخص کے لمس کو اب بھی محسوس کرتا پاگل ہو رہا ہے وہ فرطِ شدت سے چیخا۔

حیات نے اپنے لب اس کے ہاتھ کے زخم پر رکھ کے مسیحائی کی تو وہ خاموش ہو گیا۔۔

میجر میر حادر رضوان آپ کو انسکیور ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔ یہ روح ہر سانس کے ساتھ آپ کے نام کا ورد کرتی ہے اس کے ماتھے سے بال ہٹاتے اپنے لب وہاں رکھتے حیات نے اس کے جلتے دل پر ٹھنڈی پھوار کا کام کیا تھا۔

اس نے تھکی آنکھیں موندتے اس کے کندھے کو جائے پناہ سمجھتے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھا۔

تم سب ہو میرا حیات۔۔۔ میرا دل تمہارے لیے پاگل ہے۔۔۔ میں کیا کروں تمہارے معاملے میں مجھے خود پر بھی کنٹرول نہیں ہے وہ دھیمے سے بولا تو حیات نے اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے اسے پر سکون کرنا چاہا۔

روزے شروع ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ حوریہ کے امتحان بھی ہو چکے تھے۔۔۔ فرزند اور ناہید اختر بھی واپس جا چکی تھی، رضوان صاحب اور فرزین بیگم بھی واپس آ چکے تھے۔

فرزند نے جب حوریہ سے بات کرنا چاہی تو خود پر میر دلاور رضوان کی سخت نگاہیں محسوس کر چکا تھا۔

اس لیے پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔۔ کہ وہ میر دلاور کو حوریہ کے لیے فکر کرتا اور اس کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت دیکھ چکا تھا۔

اب سب لوگ افطاری کے بعد چائے پی رہے تھے جو اس نے بنائی تھی۔۔۔

میر آج دو دن بعد ان کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔۔۔

بھئی۔۔۔ ہماری بیٹی کو اس بار زیادہ عیدی ملنی چاہیئے۔۔۔۔ فرزین بیگم نے کہا تو سب چونکے۔۔۔

اور ایسا کیوں۔۔۔۔۔ رضوان صاحب نے پوچھا۔

کیونکہ عید سسرال سے بھیجی جاتی ہے۔۔۔ اسی لیے میری بیٹی کی عید تیار رکھیں۔۔۔ انہوں نے کہا تو ان دونوں کی نظروں کا زبردست تصادم ہوا۔

تو لے لے کیا چاہیے۔۔۔ میری بیٹی کو۔۔۔؟

جو چاہیے ہو اپنی پسند سے لے کر آ جائے۔۔۔۔ اور ہم نے عید کے بعد آپ کی رخصتی کے بارے میں سوچا ہے۔۔۔

رخصتی کا سنتے وہ اٹھ کر چلی گئی تھی۔۔۔ اس کا دل برے طریقے سے لرزا تھا اگر میر دلاور نے منع کر دیا تو۔۔۔ اس لیے وہ چلی گئی تھی۔۔۔

جی بابا جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔۔۔ اس کے جاتے ہی میر نے حامی بھری تو سب نے خوشی سے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

کل تم ساتھ لے کر جاؤ میری بیٹی کو جو چاہیے وہ دلواؤ۔۔۔ میر رضوان نے کہا۔

بابا۔۔۔ آپ لوگ خرید لائیں سب۔۔۔ اس نے جانے سے منع کیا۔۔۔

نہیں تم ہی جاؤ گے۔۔۔ تمہاری ماں کہاں گھومتی پھرے گی۔۔۔ تم خود جاؤ جس چیز پر وہ ہاتھ رکھے اس کو دلواؤ۔۔۔ اپنی بھی کوئی جیب ہلکی کرو۔۔۔ انہوں نے کہا تو عادی کا قہقہہ گونجا۔۔ جو اس کی سخت گھوری پر بند ہوا۔

اگلے روز وہ اسے شاپنگ پر لے کر آیا تھا۔۔۔ افطاری کے فوراً بعد وہ نکل گئے تھے۔۔۔ گاری میں خاموشی رہی تھی اب کی بار حوریہ بھی کچھ نہیں بولی تھی۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ یہ سب سب کو دکھانے کے لیے کر رہا ہے وہ دل سے رضامند نہیں ہے۔۔۔۔

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ چلتے اندر آئے۔۔۔ پسند کرو جو چاہیے۔۔ میر نے فون پر مصروف اسے دیکھتے کہا تو وہ اندر دکان میں چلی گئی۔۔

اپنے سے پہلے اس نے فرزین بیگم، رضوان صاحب اور عادی کے لیے پسند کیا تھا۔۔۔

یہ حاد کے لیے سائز ٹھیک ہے۔۔۔۔ اس نے اس کے پاس آتے پوچھا تو وہ چونکا۔۔۔

ہمم۔۔۔

اسے کہا تو وہ چلی گئی۔۔۔ اس نے اس کے علاوہ باقی سب کے لیے کچھ نہ کچھ لیا تھا۔۔ یہ بات میر دلاور نے شدت سے محسوس کی تھی۔

اب وہ خاموش تھی۔۔۔۔ اور وہ چاہتا تھا وہ کچھ بولے۔۔۔

وہ گزر رہی تھے جب میر دلاور نے اس کا ایک قدم رکنا اور ٹھٹک کر کچھ دیکھنا اور پھر واپس اس کے ساتھ چلنا محسوس کیا تو اسی سمت دیکھا جہاں وہ دیکھ رہی تھی۔

سامنے ہی سکن بابی فراک ڈسپلے پر لگا تھا۔۔۔جو اسے بھی کافی پسند آیا تھا۔۔۔اسے سامنے سٹور میں بھیج کروہ اسی سٹور پر آیا۔

یہ مجھے خریدنا ہے۔۔۔اس نے اسی فراک کو دیکھتے کہا۔

سوری سر یہ سیل ہو گیا ابھی ابھی۔۔۔۔ مینیجر نے کہا۔۔۔

میں ڈبل قیمت دینے کو تیار ہوں۔۔۔اس نے فوراً کہا۔۔۔اپنی بیوی کی نظر میں اس جوڑے کو دیکھ کر آنے والی چمک نہیں بھول سکتا تھاوہ۔

سر یہ آپ آرڈر پر بنوا سکتے ہیں۔۔۔مینیر مسکرایا۔۔۔

اوو۔۔۔اسے اپنی جلد بازی پر غصہ آیا۔۔۔

اوکے کب تک ملے گا۔۔۔یہ۔۔۔؟

بیس دنوں میں۔۔۔۔۔ارجنٹ دے سکتے ہیں ہم۔۔۔دس ہزار اوپر دینا پڑے گا۔۔۔

اوکے۔۔۔وہ پے کر کے سلپ لے کر باہر نکل گیا۔۔۔اور واپس آیا جہاں وہ مین سیکشن میں اب پتا نہیں کیا کر رہی تھی۔

میر۔۔۔۔

ہم۔۔۔۔

آپ کو کونسا رنگ پسند ہے۔۔۔۔

کوئی نہیں۔۔۔۔

اس نے سنجیدگی سے کہاوہ جو شوق سے اس کے پاس دو تین شرٹس نکال کر لائی تھی بجھے چہرے سے واپس رکھ دیں۔

اپنے لیے بھی اس نے دو جوڑے ہی لیے تھے۔۔۔۔اس نے بلنگ کرواتے وقت سیلس بوائے کو وہیں تین شرٹس لانے کو کہا جو وہ پسند کر چکی تھی۔

اسے بھی پیک کر دیں۔۔اس نے کہا تو حوریہ نے جھٹکے سے اسے دیکھا۔۔۔۔

وہ واپس جا رہے تھے جب سامنے سے اسے وہ آتی دکھائی تھی۔۔۔میر دلاور رضوان نے تو کوئی ردِ عمل نہیں دیا تھا لیکن حوریہ نے اس لڑکی کو دیکھتے میر کو دیکھا۔

وہ بھی انہیں دیکھ چکی تھی۔۔۔

ہیلو دلاور۔۔۔وہ پاس آکر خوش دلی سے بولی۔۔

میر دلاور نے اسے دیکھ کر واپس فون پر نظریں مرکوز کیں۔۔۔۔حوریہ نے اسے دیکھا جو میر دلاور کے برابر آتی تھی۔۔۔

وہ مہوش تھی میر دلاور رضوان کی سابقہ منگیتر۔۔۔پل میں جیسے کسی نے دل کچلا تھا۔

اس نے ساتھ ہوتے میر دلاور رضوان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دیکھا تو اس نے بھی اس کے ہاتھ پر گرفت سخت کی اور اسے لے کر باہر نکلا۔

مہوش نے کندھے اچکائے۔۔۔اس نے سب اپنے والدین کے کہنے پر کیا تھا۔۔اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔لیکن اس شاندار مرد کو دیکھتے اسے افسوس ضرور ہوا تھا اسے چھوڑنے کا۔

وہ واپسی کے راستے پر تھے جب کہ حوریہ اس کے بعد سے کچھ نہیں بولی تھیں۔۔۔ابھی بھی وہ باہر ہی دیکھ رہی تھی۔

باہر بارش ہونے کی وجہ سے اس نے شیشہ اوپر کرنا چاہا لیکن وہ ہاتھ رکھے باہر دیکھ رہی تھی۔

ایک لڑکے نے اسے دیکھتے سیٹی بجائی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی میر دلاور رضوان نے شیشے اوپر کرتے اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

آپ بابا کو منع کر چکے ہیں۔۔۔؟اس نے ہمت کرتے پوچھا۔۔۔

گھر چل کر بات کرتے ہیں۔۔۔اس نے کہا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھائی۔

رمضان ختم ہونے والا تھا اس لیے وہ یہ کیس ختم کرنا چاہتے تھے اور واپس گھر جانا چاہتے تھے۔

حیات آج آپ تیار نہیں ہوئی اب تک اسے بستر میں پڑے دیکھ وہ دروازے پر کھڑا بولا۔

مجھے اچھا محسوس نہیں ہو رہا حاد۔۔۔حیات نے کمزور آواز میں کہا تو وہ تیزی سے اس کے نزدیک آیا۔

اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔بخار نہیں تھا۔۔۔

آپ جائیں میں سو جاؤں گی تو بہتر محسوس کروں گی حیات نے اس کے ہاتھ کو آنکھوں پر رکھتے کہا تو وہ اور پریشان ہوا۔

اچھا اٹھو پہلے ناشتہ کرو میرے ساتھ۔۔۔حاد نے اسے اٹھا کر بٹھایا اور باہر لانے لگا لیکن اس سے پہلے ہی وہ اس کا ہاتھ چھوڑتی واش روم میں بھاگی تھی۔

حادد۔۔۔۔

حادد د۔۔۔

وہ جو اس کے پیچھے آیا تھا اسے پسینے سے تر ہوتے دیکھ اس کا چہرہ دھلواتا باہر لایا۔۔وہ دوسری بار قے کرتے ہی نڈھال ہو گئی تھی۔

ڈاکٹر کے پاس چلو۔۔۔۔

حیات نے تیزی سے سر ہلایا۔۔ کہ اسے اپنا سر گھومتا محسوس ہو رہا تھا۔

میجر میر حادر ضوان پانچ منٹ میں لوکیشن پر پہنچے۔۔بیک اپ موجود ہے آج ایک اور قدم کامیابی کی طرف اٹھائیں کرنل نے کہا تو اس نے حیات کی حالت کو دیکھا۔

سر کچھ وقت دیر۔۔۔۔

ابھی پہنچیں فوراً۔۔۔۔فون کٹ گیا تھا۔

حاد آپ جائیں اب میں بہتر محسوس کر رہی ہوں۔۔۔اس نے چہرے کو نارمل کرتے کہا۔

حاد نے زندگی میں پہلی بار خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔۔۔اسے لگ رہا تھا وہ آج گیا تو کچھ کھو دے گا۔

لیکن وطن سے محبت پہلے نمبر پر تھی۔۔۔اپنی وردی سے بے وفائی نہیں کر سکتا تھا۔۔ کہ اگر ایسا کرتا تو ساری عمر خود سے نظریں نہ ملا پاتا۔

آج اسے اپنے شدت سے یاد آئے تھے۔۔۔کاش وہ گھر سب لوگوں میں ہوتا تو حیات کو یوں چھوڑتے اس کے دل کے انگنت ٹکڑے نا ہوتے۔

اس نے نیند کی گولی حیات کے دودھ کے گلاس میں ملائی اور خانساماں کو اس کو پلانے کا کہتا باہر نکل گیا بنا اس سے ملے۔

یہ جانے بغیر کے نا جانے اب دوبارہ وہ اس سے کس حالت میں ملتا۔

وہ آج اس عزم سے آیا تھا کہ جب شام کو گھر لوٹے تو اپنی بیوی کے ساتھ تمام لڑکیوں اور معصوم جانوں کا بدلہ وہ سمیل رانا سے لے چکا ہو۔

اس کے آخری اڈے پر پہنچتے اس نے گہرا سانس بھرا۔۔۔بھاری نفری اس کے ساتھ موجود تھی۔۔۔اس کا دل پر سکون تھا کہ آج حیات ان کے ساتھ نہ تھی۔

اس نے قدم آگے بڑھائے۔۔۔۔اور سامنے اس شخص کو دیکھا تو اپنی بیوی کے جسم پر موجود نشانات یاد آئے جو اس شخص کے دیے ہوئے تھے۔

ان معصوم جانوں کے چہرے یاد آئے جنہیں جگہ جگہ سے جلایا جاتا تھا جب وہ بھیک سے پیسہ نا کما کر لاتے تھے۔۔۔ان بوڑھے لوگوں کے کانپتے ہاتھ یاد آئے جب وہ سڑکوں پر لوگوں کی گاڑیوں کے پاس آتے دھوپ سے بچتے ہاتھ آگے کرتے مانگتے تھے۔

اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو سب لوگ پھیل گئے۔۔۔سمیل رانا کی اپنی سکیورٹی سخت تھی۔۔۔

مقابلہ دونوں طرف سے ہو رہا تھا اسے نیچے بیسمنت میں بھاگتے دیکھ وہ اس کے پیچھے آیا تھا۔

کس سالے کی ہمت ہوئی اتنی۔۔؟

سر وہی۔۔۔میر حاد جس نے آپ کی بیوی۔۔۔

اس کی بیوی کہاں ہے اب۔۔۔

گھر پر۔۔۔

توسالوں انتظار کس بات ہے۔۔۔اس *** کو اتنا مارنا کہ اٹھنے کے قابل نہ بچے لیکن اتنی سانسیں چھوڑ دینا کہ میر حادر ضوان اسے آخری سانسیں اپنے سامنے بھرتے دیکھے۔۔۔۔سمیل رانا نے کہتے حیوانی قہقے لگائے۔

حاد نے اس کے پاس آتے اس پر گن تانی۔۔۔

بہت کھیل لیا چھپ کر میجر چلو سامنے سامنے بات کرتے ہیں۔۔۔سمیل رانا پلٹتا ہسنا تھا۔

یقین جانو رانا مجھے بھی اس ملاقات کا انتظار تھا وہ وردی میں موجود چہرے سے ماسک اٹھاتا بولا۔

اووو۔۔۔توتم ہو جس پر میری سابقہ بیوی نے ڈورے ڈال کر۔۔۔۔۔

بکواس نہیں۔۔۔۔اس کی ٹانگ کا نشانہ باندھتے گولی چلائی تھی اس نے۔۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔میجر لگتا ہے ٹریننگ اچھی نہیں ہوئی جو نشانہ چوک گیا تیرا۔۔۔

سمیل رانا جان چکا تھا کہ وہ فوج کی نظر میں آگیا ہے۔۔۔اس نے کافی ہاتھ پاؤں مارے تھے لیکن باہر کی مافیا اس سے اس کے خراب تعلقات اور ادھوری ڈیلز کی وجہ سے ہاتھ نہیں ملا رہی تھی۔

🇵🇰🇵🇰🇵🇰🇵🇰🇵🇰🇵🇰🇵🇰🇵🇰

اپنے سارے اڈوں کو برباد ہوتے اس نے اس شخص کا پتا لگوایا تھا جو اس کے گلے تک پہنچ گیا تھا۔

تب ہی اسے میجر حاد کا پتا چلا تھا۔۔۔اسے کیسے بھول جاتا وہ۔۔۔۔اس کی ساری انفارمیشن نکالتے اسے پتا چلا تھا وہ یہاں اپنی بیوی کے ساتھ رہ رہا ہے۔۔۔۔

لیکن اس کیس کے شروع ہونے سے اب تک اس گھر کے پاس نا محسوس انداز میں نہایت سخت سکیورٹی تھی۔۔۔بظاہر سب نارمل دکھتا تھا لیکن وہاں چڑی بھی پر نہیں مار سکتی تھی جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ میر حاد کے لیے اس کی بیوی کتنی ضروری ہے۔

پچھلے واقعہ کو وہ اپنے بندوں سے جان گیا تھا۔۔۔اس لیے اس کی بیوی پر تاک جمائے بیٹھا تھا۔۔اس لڑکی میں تو سمیل رانا کو بالکل انٹرسٹ نہ رہا تھا لیکن اسے مار کر وہ ان دونوں کو الگ ضرور کرنا چاہتا تھا۔

خود تو مرنے ہی والا تھا لیکن میجر حادرضوان کو آخری تحفہ تو بنتا تھا اس کی طرف سے۔۔۔

ٹریننگ کتنی اچھی ہے یہ تو اگلے کچھ سیکنڈ میں تمہیں اندازہ ہو جائے گا رانا۔۔۔میجر حاد مسکرایا تھا۔۔۔پراسرار مسکراہٹ۔۔۔۔

سمیل رانا نے بھی اس پر گن تانی۔

میجر حاد کے بٹن دباتے ہی اس کی ساری نفری وہاں پھیل گئی تھی۔۔۔سمیل رانا کو اپنی موت دکھ رہی تھی جسے وہ اب بھی ماننا نہیں چاہتا تھا۔

دیکھ میجر ایک ڈیل کرتے ہیں۔۔۔وہ آگے بڑھتا کہ میجر حاد نے ایک گولی اس کے ہاتھ میں ماری کہ وہ چیخ اٹھا۔

تیری بیوی۔۔۔۔۔۔

خبردار۔۔۔۔

اس کا نام بھی مت لینا۔۔۔سمیل رانا کو آگے بڑھتے اسے دھکا دیا اور اس کے گولی لگے ہاتھ اور ٹانگ کو اپنے بھاری بوٹ تلے روند ڈالا۔

رانا کی چیخیں وہاں گونج اٹھی۔۔۔حاد کی نفری میں موجود اب ایک ایک شخص جانتا تھا کہ سمیل رانا کو عام موت نصیب نہیں ہونی تھی۔

ان کا یہ میجر اپنی بیوی کے لیے کتنا جنونی تھا پچھلے واقعہ کے بعد سب جان گئے تھے۔

حاد نے اس کے سینے پر گن تانے جلا دینے والی مسکراہٹ سے اسے دیکھا تو سمیل رانا بھی مسکرایا ایسا کرتے حاد تھما تھا۔۔۔

اسے بچا سکا تو بچا لئیں میجر۔۔۔لیکن یار میری ادھوری چیز ہی ملی تجھے اس بات کا سکون مجھے موت کے بعد بھی رہے گا اور۔۔۔۔

اس سے پہلے ہی گولیوں نے اسے بھون کر رکھ دیا تھا۔۔۔۔اب بھاری نفری ہر جگہ پھیلتی اس جگہ کو کلیئر کر رہی تھی۔۔

حاد سب چھوڑ تا باہر نکلا تھا۔۔

آپ کو بھی کرنل کے ساتھ میٹنگ کے لیے بلایا گیا ہے۔۔آپ کو یہ شہر چھوڑنا ہے۔۔وہ سب سنتا ان سنا کرتا گاڑی میں بیٹھا تھا۔

آپ سن رہے ہیں میجر حاد۔۔۔اس کے ائیر پیس سے آواز گونجی۔۔۔

سر میں نے اپنی وردی کی لاج رکھی۔۔۔وطن کو ایک غدار سے بچا لیا۔۔۔۔اپنا حق ادا کر دیا میں نے۔۔۔اب مجھے ایک شوہر ہونے کا بھی حق ادا کرنے دیں۔۔۔وہ بنا دوسری طرف کی بات سنے فون کاٹ گیا تھا۔

وہ جانتا تھا اس کا انجام برا ہو سکتا ہے۔۔۔اسے نکالا جا سکتا ہے۔۔۔لیکن۔۔۔۔

وہ گاڑی دوڑاتا گھر پہنچا تھا گھر میں داخل ہوتے اسے لگا جیسے کسے نے اس کے جسم کو سو ٹکروں میں کاٹا ہو۔۔۔۔

ہر جگہ چیزیں بکھری تھیں۔۔۔۔۔جگہ جگہ خون کے دھبے بھی تھے۔۔۔۔وہ بھاگتا کمرے میں آیا۔۔۔

حیات۔۔۔۔۔

حیاتتت۔۔۔۔۔

زندگی۔۔۔وہ چیخ رہا تھا۔۔۔ یہاں سے وہاں گھومتا وہ کوئی پاگل ہی معلوم ہو تا تھا۔

سر انہیں ہسپتال شفٹ کر دیا گیا یے۔۔۔۔اس کے آدمی نے کہا تو حاد نے اس کا کالر تھاما۔۔۔

ایک کام سے ڈھنگ سے نہیں کر سکے۔۔۔۔۔وہ سرخ نگاہوں سے انہیں دیکھتا غرایا تو اس کے تعینات کی

سکیورٹی کے سر جھک گئے۔

سر ہم بروقت پہنچ گئے تھے۔۔۔ان میں سے ایک منمنایا۔۔۔

اگر پہنچ گئے ہوتے تو میری بیوی آج ہسپتال نہ ہوتی وہ چیختا باہر کی طرف بھاگا۔۔۔

ہسپتال آتا وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔اندر گیا تو دیکھا وہ بستر پر پر سکوں آنکھیں موندے پڑی تھی

اس کے بازو اور سر پر پٹی بندھی تھی۔۔۔اس کے آدمیوں نے نمک حرامی نہیں کی تھی۔

وہ وہ لوگ تھے جن کی حاد نے کبھی نا کبھی مدد کی تھی۔۔۔اپنی نیکی کا صلہ اپنی بیوی کو اپنے سامنے بحفاظت دیکھتے

اسنے نم آنکھوں سے آسان کی طرف دیکھتے سکون کا سانس لیا تھا۔

آپ ان کے کیا لگتے ہیں۔۔۔لیڈی ڈاکٹر جو حیات کو دیکھنے آئی تھی بولی۔۔۔۔

بیوی ہیں یہ میری۔۔۔اس نے حیات پر نظریں ٹکائے دھیمے سے کہا۔

میرے کیبن میں ملیں مجھ سے۔۔۔حیات کی ڈرپ اتارتے اسے نے حاد کو اپنے ساتھ آنے کا کہا تو حیات کو دیکھتا

باہر چلا گیا۔

😩😩😩😩😩😩😩😩

گھر پہنچ کر سارا سامان حوریہ کے کمرے میں رکھ کر وہ اسے کافی کا بولتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔۔

کافی اس کی جگہ فرزین بیگم کو لاتے دیکھ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔۔۔

میں نے حور کو بولا تھاماما۔۔۔۔

وہ تھک گئی تھی بچی ہے۔۔۔ تم بھی زیادہ سختی مت کیا کرو۔۔۔ پتا ہے کیسے نازوں سے پالا ہے ہم نے اسے۔۔۔ اس کا اترا چہرہ مجھے بالکل نہیں پسند۔۔۔ اور تمہیں پتا ہے میر۔۔۔۔ تمہارے بابا تم سے ناراض ہوں گے اگر وہ ایسے اداس رہی تو۔۔۔۔

بہت تنگ کرتی ہے آپ کی بہو مجھے ماما۔۔۔ اس نے ان کے کندھے پر سر رکھتے کہا۔۔۔۔

تو کچھ کم نہیں ہے۔۔۔ انہوں نے اس کے سر پر چت لگاتے کہا۔۔۔ اور وہ بہو نہیں بیٹی ہے میری۔۔۔۔

آپ کی بیٹی سے تو چن چن کر بدلے لوں گا۔۔۔۔ اس نے دل میں کہا انہیں کہتا تو سو باتیں سننے کو ملتی اسے۔

اس کے جانے کے بعد وہ کافی ختم کرتا اس کے روم میں بنا نوک کیے اندر آیا اور دروازہ لاک کیا۔۔

وہ جو ابھی نہا کر نکلی تھی اسے دیکھتی چونکی۔۔۔

آپ۔۔۔۔

کافی کا کسے بولا تھا میں نے۔۔۔۔؟؟

مجھے۔۔۔

تو۔۔۔۔۔ ماما کیوں لائی۔۔۔۔۔

میں نے بنائی تھی بس امی کو کہہ دیا کہ وہ دے آئیں اس نے ڈرتے کہا کیونکہ وہ اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

کیا میرا کہا تمہارے لیے اہمیت نہیں رکھتا یا میں ہی تمہارے نزدیک اہم نہیں۔۔۔ اسے دیوار کے ساتھ لگاتے وہ بولا۔

ایسا نہیں ہے۔۔۔۔ حوریہ نے جھٹکے سے اسے دیکھتے کہا۔۔۔

تو پھر کیا وجہ ہے۔۔۔۔؟ کیا وجہ ہے حوریہ دلاور کے تم اس رشتے کو قبول نہیں کر رہی ہو؟؟ اس کے گیلے بال گردن سے ہٹاتے کہا۔

میر ر۔۔۔ اس کی انگلیوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس کرتے اس نے سوکھے ہونٹوں کو تر کرتے کہا۔

مجھے سونا ہے۔۔۔ وہ یک دم پیچھے ہوئی۔۔۔ تو میر نے اسے سخت نگاہوں سے گھورا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

وہ واپس اپنی جگہ پر کھڑی ہوئی اور اس کا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا اور آنکھیں بند کیں۔۔۔ تو میر دلاور کے عنابی لبوں پر مسکراہٹ آئی جسے وہ چھپا گیا۔

ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہے ہیں وہ دھیمے سے بولی۔

سوچ لو۔۔۔ اب کی بار میرا ہاتھ جھٹکا تو میں معاف نہیں کروں گا۔۔ اس نے کہا تو وہ ایسے ہی کھڑی رہی۔

وہ جھکا اور اس کی نم گردن پر اپنا ناک سہلایا۔۔ اور گہری سانس بھری۔۔۔

میر رر۔۔ حوریہ نے اس کا کالر تھامتے کہا تو میر دلاور رضوان نے اسے اپنے حصار میں لیا۔

تمہاری طرف بہت حساب نکلتے ہیں میرے حور۔۔۔ اس کے بال اس کے چہرے سے پیچھے کرتے کہا تو اسے ہلکا سا بخار محسوس ہوا۔

ٹھنڈے پانی سے نہائی ہو۔۔ ماتھے پر بل لیے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

دماغ خراب ہے تمہیں پتا ہے نا تمہیں ٹھنڈا پانی سوٹ نہیں کرتا۔۔۔ وہ اس کا بازو سخت گرفت میں لیتا بولا۔

آپ کو کیسے پتا۔۔۔؟؟

تمہیں نہیں لیکن میر دلاور رضوان کو سب پتا ہے تمہارے بارے میں۔۔۔ تمہیں اندھیرے میں نیند نہیں آتی۔۔۔ اونچا تکیہ نہیں پسند۔۔۔ ٹھنڈے پانی سے نہیں نہاتی تم۔۔۔ سی فوڈ نہیں پسند۔۔۔ اور بھی بہت کچھ کافی کچھ پرسنل بھی۔۔۔۔ سب وقت پر بتاؤں گا۔۔۔

ابھی میڈیسن لو اور خبر دار اے سی اون دیکھا آج میں نے تمہارا اس نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلاتے اس کے سینے پر دھیرے سے ڈر رکھا۔

میر نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔

بدل لوگی خود کو میری خاطر یا بابا کو منع کروں۔۔۔؟ وہ شرارت سے بولا تو وہ جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی۔

واپس آؤ۔۔۔

وہ دھاڑا تو وہ دوبارہ نزدیک ہوئی وہ اسے اپنے حصار میں لے گیا۔

میں بدل لوں گی خود کو۔۔۔ سب بدل دوں گی وہ رندھے لہجے میں بولی۔

اب ضرورت نہیں رہی میر دلاور رضوان کو حور یہ دلاور رضوان ایسے ہی پسند ہے اس کے سر پر بوسہ دیتا وہ بولا۔

🌻🌻🌻🌻🌻🌻

آپ کا نامی گرامہ۔۔۔۔

حاد۔۔۔ میر حاد رضوان اس نے دھیمے سے کہا۔۔۔

آپ کی وائف کو چوٹ زیادہ نہیں آئیں تھی۔۔۔ لیکن ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اس حالت میں یہ سب معمول سے زیادہ نقصان دے ہو سکتا ہے۔۔۔

ڈاکٹر نے کہا تو اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔۔۔

اب وہ اور آپ کا بچہ بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔ لیکن انہیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، معمولی سی غلطی ان کی جان پر بھاری پر سکتی ہے کیونکہ وہ بہت کمزور ہیں۔۔۔ ڈاکٹر کی بات سنتا وہ باہر آ گیا تھا۔

وہیں بینچ پر بیٹھے اس نے نم آنکھوں کو رگڑا تھا۔۔۔۔

حیات حادرضوان میں تمہاری حفاظت نہ کر پایا۔۔۔۔

سر آپ کو آپ کی وائف بلا رہیں ہیں۔۔۔۔ نرس نے کہا تو وہ شکستہ قدم اٹھاتا اندر گیا۔

حاد۔۔۔

حیات نے مسکراتے اسے دیکھا۔۔۔ اس کی مسکراہٹ میں میر حاد کھو گیا۔۔۔

یہاں تو آئیں۔۔۔ کیا آپ کو پتا چل گیا ہے۔۔۔ اس کے پاس جاتے حیات نے اس کا ہاتھ تھامتے شرماتے پوچھا۔

زندگی۔۔۔!

وہ جھکے کندھوں سے اسے ملا تو حیات کی مسکراہٹ پل میں سمٹی۔۔۔

میں اپنی حفاظت کر چکی تھی میجر۔۔۔ میجر حاد کی بیوی ہوں میں اور شکیل احمد کی ٹریننگ ایسی نہیں رہی کہ حیات شکیل احمد اپنا بچاؤ نا کر پاتی اپنے حاد کے لیے۔۔۔ اس نے کہتے حاد کے ہاتھوں پر اپنے لب رکھتے اسے اس کے گلٹ سے نکالنا چاہا۔

حاد نے جھکتے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔

سمیل رانا کے لوگوں نے ان کے گھر پر حملہ کیا تھا۔۔۔ بر وقت اس کی سکیورٹی کو پتا چل گیا تھا لیکن اس سے پہلے حیات خود کو واش روم میں بند کر چکی تھی اور گھر کی بتی کا فیوز اڑا چکی تھی تاکہ اس تک پہنچنے میں اسے وقت لگے اور تب تک وہ سکیورٹی کو فون کر کے بلا لے۔

اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟

بہت اچھا۔۔۔میں بہت خوش ہوں کیا آپ خوش ہیں اس نے اسے دیکھا۔۔۔

ہمم۔۔۔۔۔۔حادنے کہا تو حیات نے اس کا ہاتھ دھیمے سے چھوڑا۔۔۔

چلو گھر چلیں۔۔۔ہم واپس جا رہے ہیں۔۔۔۔۔سب انتظار کر رہے ہیں ہمارا۔۔۔اس نے کہا تو حیات نے سنجیدہ سے سر ہلایا۔

وہ کرنل سے ملا تھا۔۔۔وہ غصہ تو ہوئے تھے لیکن جو کوئی نہ کر پایا تھا وہ میجر حادنے کر دیا تھا اس لیے اسے مار جن مل گیا تھا۔۔۔

انہوں نے اسے اگلے مشن پر کام شروع کرنے کا کہا تھا لیکن وہ رمضان کا آخری عشرہ اب اپنے گھر گزارنا چاہتا تھا۔۔۔اس لیے اسے چھٹی مل گئی تھی۔

وہ دونوں خاموشی سے گھر آگئے گھے۔۔۔۔گھر میں ان کا اچھے سے استقبال ہوا تھا کہ سب اس کی پریگنینسی کی خبر سنتے خوش تھے۔

لیکن ان دونوں میں خاموشی ہنوز برقرار تھی۔

حاد اس کے لیے حد درجہ فکر مند تھا۔۔۔۔وہ اس خبر سے بے حد خوش تھا لیکن کوئی خبر حیات کی زندگی سے زیادہ خوش کن نا تھی اس کے لیے۔

حیات کو لگا تھا وہ اس خبر سے خوش نہیں ہے۔۔۔اس کا سارا دن حوریہ اور فرزین بیگم کے ساتھ گزر جاتا تھا۔

حاد جو کہنے کو تو گھر تھا وہ باہر ہی پایا جاتا تھا زیادہ۔۔۔۔حوریہ نے عید کی تمام شاپنگ کر لی تھی لیکن اسے حادنے پوچھا ہی نہیں تھا۔

آج چاندرات تھی۔۔۔۔حیات کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔۔۔یہاں آکر حاد اسے بالکل ہی نظر انداز کر گیا تھا۔

وہ حوریہ سے جیلس نہ تھی لیکن میر دلاور کو اس کا یوں خیال رکھتے دیکھ اسے حاد کی اس زیادتی پر رونا آرہا تھا۔

ابھی بھی میر دلاور نے حوریہ کی پلیٹ میں خیر ڈالی تو اس نے انہیں دیکھا اور پھر نظریں جھکالیں۔۔۔اس کی یہ حرکت سامنے بیٹھے حاد سے چھپی نہ رہی تھی۔

اس نے گہری سانس بھری۔۔۔۔وہ ان سب میں اسے کتنا ہرٹ کر گیا تھا اسے اندازہ تھا۔

میرا ہو گیا۔۔۔وہ دھیمے سے کہہ کر اٹھی تھی لیکن ساتھ عادی کی کرسی سے اٹکتی وہ گرنے لگی تھی کہ اس کی کرسی کو تھاما۔

حاد فوراً اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا۔۔۔دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔۔اس نے غصے سے پوچھا تھا وہ جو پہلے ہی بھرے بیٹھی تھی اب آنسو نکل ہی گیا تھا۔

حاد آرام سے۔۔۔۔میر دلاور سب سے پہلے اسے سرزنش کر گیا تھا۔

حوریہ فوراً حیات کے پاس گئی تھی۔۔۔اس کا ہاتھ تھامے اسے کمرے میں لے گئی۔

تم اپنی کرسی ڈھنگ سے نہیں لگا سکتے تھے حاد سارا غصہ عادی پر نکالتا کمرے میں چلا گیا تو سب نے تاسف سے سر ہلایا۔

لو بھئی غلطی بیویوں کی ہوتی ہے لیکن ان پر تو ان کا زور چلتا نہیں تو ڈانٹ مجھ بیچارے کی لگا دیتے ہیں۔۔۔۔عادی نے دہائی دی تو رضوان صاحب مسکرائے جب کہ میر دلاور نے اسے گھوری سے نوازا۔

وہ کمرے میں گیا تو حوریہ باہر تھی حیات واش روم میں تھی۔۔۔

حوریہ بیٹا بھائی بلا رہے ہیں آپ کو۔۔۔اس نے کندھے سے شال اتارتے کہا تو سر ہلاتی باہر نکل گئی۔

وہ واش روم سے باہر آئی تو وہ تن فن کرتا اس کے پاس آیا دیوار کے ساتھ اسے لگاتا اسے سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔

کس بات کا رونا آرہا ہے۔۔۔ اور دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔ چوٹ لگ جاتی تو۔۔؟

آپ کو کیا فرق پڑتا ہے میں گر بھی جاتی تو وہ بولی تو حاد نے اس کا جبڑا پکڑ کر جھٹکے سے اس کا سر اٹھایا۔

حیات حادرضوان۔۔۔ زیادہ زبان چل رہی ہے تمہاری۔۔۔۔

مجھے بابا کے پاس جانا ہے۔۔۔ حیات نے اسے دور کرنا چاہا۔

ابھی نہیں۔۔۔ کچھ دنوں بعد چھوڑ آؤں گا۔۔۔۔

نہیں مجھے عید وہیں کرنی ہے مجھے چھوڑ کر آئیں وہ ضدی لہجے میں بولی۔

کہانا حیات کچھ دنوں بعد چلی جانا حاد نے واش روم کی طرف جانا چاہا۔

آئی ہیٹ یو حاد۔۔۔۔ اس نے سسکی بھرتے کہا تو حاد نے اسے دیکھا جو باہر جارہی تھی کمرے سے۔

خبر دار قدم باہر نکالا تو۔۔۔ مہندی والی آرہی ہے مہندی لگواؤ چپ کر کے۔۔۔۔ یہیں بیٹھو باہر پھر چیزوں سے ٹکراتی پھرو گی۔۔۔

اور یہ جو نفرت کا اظہار ابھی تمہاری زبان نے کیا ہے اس کا جواب بھی ضرور ملے گا۔

حیات وہیں بیٹھ گئی۔۔۔ کتنا بھی اس سے ناراض سہی لیکن اس کی بات نہیں ٹالتی تھی وہ۔۔۔

مہندی والی اسے مہندی لگا کر جا چکی تھی جو سوکھ گئی تھی۔۔۔ اور وہ سو گئی تھی۔

حاد واپس کمرے میں آیا تو وہ سامنے بیڈ پر آڑھی ترچھی لیٹی سو گئی تھی۔

اس کے پاس آتے اسے احتیاط سے سیدھا کرتے اے سی کی اسپیڈ سلو کی اور کمفرٹر اوڑھا اسے۔۔۔

اس کے ساتھ بیٹھتے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔وہ اسے نظر انداز نہیں کر رہا تھا۔اس کی ہر چھوٹی حرکت پر نظر تھی اس کی۔۔۔

لیکن وہ ڈر گیا تھا۔۔ڈاکٹر نے اس کیس میں کو مپلیکیشنز بتائیں تھیں۔۔۔اس لیے وہ حد درجہ فکر مند ہو گیا تھا۔

لیکن آج اس کا حوریہ اور دلاور کو دیکھنا اسے تڑپا گیا تھا۔۔۔وہ ان سب میں اسے برے طریقے سے ہرٹ کر گیا تھا۔

اس کے بالوں پر لب رکھتے اس نے اس کے بھرے بھرے وجود کو حصار میں لیا تو وہ کسمسائی۔

وہ روز سونے کے بعد ہی خود کو اس کے حصار میں محسوس کرتی تھی۔

حاد۔۔۔

ہم۔۔۔۔

کیا آپ خوش نہیں ہیں کہ ہماری اولاد۔۔

ایسی سوچیں لاتی کہاں سے ہو حیات۔۔۔میں صرف تمہارے لیے فکر مند ہوں۔۔۔تم صحیح سے اپنا خیال نہیں رکھ رہی ہو۔۔۔یہ جان لو کہ کہیں اونچ نیچ ہوئی تو میں تمہیں جان سے مار دوں گا وہ شدت سے اسے خود میں بھینچتا بولا۔

میں خیال رکھ تو رہی ہوں حاد۔۔۔حوریہ ماما بابا سب ہی تو خیال رکھ رہے ہیں اور سب سے ضروری جو شخص مجھے نظر انداز کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا اس ہی کی نظروں میں رہی ہوں میں۔۔۔وہ اسے بتا گئی تھی کہ وہ سب جانتی ہے اس کے بارے میں۔

حاد۔۔۔

بولوزندگی۔۔۔

مجھے عید کی شاپنگ بھی نہیں کروائی آپ نے۔۔۔ دلاور بھائی نے حوریہ کو اتنے زیادہ کپڑے۔۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔۔

تم کسی سے انسکیور نہیں ہوگی حیات یہ آج میں آخری بار بول رہا ہوں تمہیں۔۔۔ کسی کی طرف نہیں دیکھو گی جو چاہیے ہے وہ مجھے بولو۔۔۔۔

تمہارے سارے کپڑے، جیولری، جوتے سب الماری میں رکھے ہیں دیکھ لو۔۔۔ تمہیں کیوں لگا کہ میں اپنی بیوی کی اپنے ساتھ پہلی عید کو بھول جاؤں گا۔۔۔

حاد نے کہا تو حیات جھٹکے سے اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی تھی لیکن اپنی اس تیزی پر اس نے ہونٹ کاٹتے پیچھے حاد کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔

حیات نے مسکراتے کپڑے نکالے سب کے ساتھ کی میچنگ جیولری اور سینڈلز دیکھتے وہ خوش تھی بے حد۔۔۔

یہ سب میرے ہیں۔۔۔؟

جی سب آپ کا ہے حاد نے اس کے کندھے پر تھوڑی ٹکاتے اسے مسکراتے دیکھ خود میں سکون اترتا محسوس کیا۔

میں بہت خوش ہوں حاد۔۔۔۔ اس کی خوشی کا اندازہ اس کی آواز سے لگایا جاسکتا تھا۔۔۔

تمہیں مجھ سے نفرت ہے بھولنا مت حاد نے اسے سیدھا کرتے سنجیدگی سے کہا تو اس نے منہ بسوڑا۔

میں نے غصے میں کہہ دیا تھا اس نے حاد کے ماتھے سے بال پیچھے کرتے کہا۔

یہ سب میں دوبارہ غصے میں بھی نا سنوں۔۔۔ اور تمیز سے اٹھنا بیٹھنا سیکھو حیات۔۔۔۔ میں بار بار ایک ہی بات نہیں سمجھاؤں گا۔

سڑو۔۔۔حیات نے منہ بسوڑتے اس کی پشت کو گھورتے دھیمے سے کہالیکن وہ سن چکا تھا۔

💖💖💖💖💖💖💖💖💖

ساری تیاریاں مکمل تھیں۔۔۔۔۔آج چاندرات تھی۔۔۔۔گھر میں رونق تھی۔۔۔سب ایک ساتھ موجود تھے۔

اس نے ڈیوٹی سے واپس آتے یہاں وہاں دیکھاتووہ اسے کچن میں جاتی دکھائی دی تواس کے پیچھے آیا۔

اسلام علیکم۔۔۔۔

دروازے کے ساتھ کھڑے ہوتے اسے سلام کیاجوحیات کے ساتھ کھڑی تھی۔

وعلیکم السلام دونوں نے جواب دیا۔

حور کافی لے کر پہنچو۔۔۔۔اس نے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے کہاتووہ سمجھ گئی کہ وہ آج بھی تھکا ہواہے کافی۔

اس نے کافی بنا کر آج کااپنابیک کیا کیک رکھااوراس کے کمرے کی طرف گئی۔

وہ نہاکرباہر نکلاتھا۔۔۔حورنے اس کو کافی دی اوراس کاگیلاتولیہ بیڈ سے اٹھایا۔

میر دلاورنے خاموشی سے اسے اپنے کام کرتے دیکھاجواس کی بکھری چیزیں اٹھارہی تھی۔

یہاں آؤ۔۔۔۔

اس نے کافی کامگ رکھتے کہاتووہ چونکی اورپھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی طرف آئی۔

اس کے قریب آتے اس نے حوریہ کابخار دیکھاجواب کافی کم تھا۔۔۔۔

دوالی تھی؟

جی۔۔۔۔

گڈ۔۔۔۔

مہندی نہیں لگوائی۔۔؟

اس کے خالی ہاتھ دیکھتے استفسار کیا گیا۔

وقت ہی نہیں ملا۔۔۔۔۔ حوریہ نے گہری سانس بھرتے کہا۔۔۔۔ اپنی شادی پر بھی اپنے سارے کام اس نے خود کیے تھے۔۔۔ کیونکہ فرزین بیگم کو بی پی کا مسئلہ تھا اور حیات ویسے ہی اس حالت میں کام نہیں کر سکتی تھی۔

چلو۔۔۔۔۔ وہ جو تھکا آیا تھا واپس گاڑی کی چابی اٹھائی اور اسے پیچھے آنے کا بولا۔

کل لگوا لوں گی۔۔۔۔ ابھی رہنے دیں آپ تھکے ہوئے ہیں اس نے منع کرنا چاہا۔۔۔ کیونکہ وہ بھی کافی تھک گئی تھی اور سونا چاہتی تھی۔

بیشک اسے مہندی بہت پسند تھی لیکن مہندی لگوا کر دس گھنٹے کون اس کے سوکھنے کا انتظار کرتا۔۔۔۔ اس لیے اس نے منع کیا لیکن میر دلاور رضوان کو کون روک سکتا تھا۔

اس نے نا صرف اس کے ہاتھوں پر بلکہ پاؤں پر بھی لگوائی تھی۔۔۔۔ اب وہ روہانسی ہوتی نیند سے یہاں وہاں جھول رہی تھی۔

گھر آتے میر دلاور نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ باہر نکلی۔۔۔۔۔ اس کے سلیپرز میر دلاور نے ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے تاکہ اس کی مہندی نا خراب ہو۔

وہ اندر چلی گئی۔۔۔۔ وہ بھی اپنے کمرے میں جاتا لیکن اس سے پہلے اسے دوا کھانے کا کہنے آیا تو واش روم میں جا رہی تھی۔

کیا کرنے لگی ہو۔۔؟

دھونے لگی ہوں اسے۔۔۔۔۔

دماغ سیٹ ہے۔۔۔ابھی گھنٹا لگا کر لگوائی ہے۔۔۔ سوکھنے دو اسے۔۔وہ رعب سے بولا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبائی۔۔۔۔

میر دلاور نے اس کی نم آنکھیں دیکھتے ہونٹ بھینچے۔۔۔سامنے پڑا اس کا ڈرائیر چلایا اور پھر پندرہ منٹ میں اس کی مہندی سکھائی۔۔۔ان سب میں وہ نیند سے جھولتی اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔

وہ کتنا پیارا تھا۔۔۔۔اسے اب اندازہ ہوا تھا۔۔اور وہ کیا کچھ کہہ گئی تھی اسے۔۔۔۔اس کو دیکھتے حوریہ کے دل نے بیٹ مِس کی۔

اٹھو دھو اب۔۔۔اور اگر رنگ نہ آیا تو سزا کے لیے تیار رہنا وہ کہتا باہر نکل گیا۔۔۔کہ اس کا فون مسلسل بج رہا تھا۔

اس نے جلدی سے مہندی دھوئی۔۔۔اتنا گہرا رنگ دیکھتے اسے خوشی ہوئی۔۔۔۔ان دونوں کے نام کے پہلے حروف بھی اس کی ہتھیلی پر جگمگا رہے تھے۔

اس نے صبح کے لیے اسی کا دلوایا سوٹ نکالا۔۔۔۔ساری چیزیں نکالتے وہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔۔۔بنا دوا کھائے۔۔۔جو وہ جاتے ہوئے رکھ کر گیا تھا۔

✨✨✨✨✨✨✨✨✨

عید مبارک۔۔۔۔۔!!

سب ایک دوسرے کو عید مبارک کہہ رہے تھے۔۔۔لیکن اسے دیدیار اب بھی نصیب نہ ہوئی تھی۔۔۔

اسے غصہ آیا۔۔۔۔۔۔وہ آج بھی گھر نہیں تھا۔۔۔ڈاکٹروں کی زندگی کو سوچتے اس نے جھرجھری لی۔۔۔

اور عادی کی طرف متوجہ ہوئی جو اس سے آنے کا پوچھ رہا تھا فون پر۔۔۔۔۔

بھائی راستے میں ہیں چھپکلی۔۔۔اتنا منہ مت سجاؤ۔۔۔اس نے حور کو دیکھتے کہا۔

اوئے چھپکلی کس کو بولا ہے بندررر۔۔۔حیات نے کہتے اس کے پاس آتے اس کے بال نوچے تو سب مسکرائے۔۔۔۔

تمہیں۔۔۔۔۔

آپی اسے سمجھائیں۔۔۔۔۔۔حور نے حیات کو بیچ میں لاتے کہا۔۔۔۔

مجھے بتاؤ گڑیا۔۔۔میری بیوی کو معاف رکھو۔۔۔اس کا کیا بھروسہ میری بیوی کو چوٹ پہنچا دے۔۔۔حاد نے کہتے حیات کو وہاں کرسی پر بٹھایا اور حور کی طرف متوجہ ہوا۔

آپ میری عیدی نکالیں۔۔۔پہلے اس سے بعد میں پوچھتی ہوں میں۔۔۔اس نے ہاتھ آگے کیا تو حاد نے جیب سے لفافہ نکالا۔۔۔۔

ایک میرا ہے۔۔۔۔عادی نے اس کے ہاتھ سے ایک لفافہ اچک لیا۔۔۔۔

جی نہیں۔۔۔۔دونوں حور کے ہیں۔۔۔ایک میری طرف سے ہے۔۔۔۔حیات نے کہتے حور کو دیکھا۔۔۔اسے حور بہت پیاری تھی۔۔۔جس نے اس کا سب سے زیادہ خیال رکھا تھا یہاں۔۔۔اسے خوش کرنے کی کوششیں کی تھیں۔

بھابھی یہ اچھی بات نہیں ہے۔۔۔عادی نے منہ بنایا تو وہ مسکرائی۔۔۔۔

عادی کو اپنی عید مل چکی تھی لیکن وہ اس کی لے کر بھاگ گیا تو حور اس کے پیچھے بھاگی۔۔۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔۔۔ حور نے اچکتے اس کے جیل سے بنائے بال ہاتھ میں پکڑے اور کھینچ ڈالے۔۔

آہ جنگلی بلی چھوڑو۔۔۔۔۔

اس نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ ہٹائے اور اس کا بازو موڑ کر قمر کے ساتھ لگا یا۔۔۔

کسی نے یہ منظر شعلہ بار نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔۔۔

عید مبارک۔۔۔۔۔۔!!!

اس نے اندر آتے کہا اور اس سے نظریں تک نہ ملائی۔۔۔۔۔

حور نے اسے دیکھا۔۔۔ اسے مہندی بھی دکھانی تھی ابھی اپنی لیکن اس نے ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔

سب سے عید ملتے وہ ناشتے کے لیے بیٹھ گیا تھا۔۔۔ حور کا انتظار انتظار ہی رہا۔۔۔

حیات بھی اٹھتی میر دلاور کے پاس آئی تھی اود اپنا ہاتھ آگے گیا۔۔ بھائی میری عیدی۔۔۔

میر دلاور نے اسے عید دیتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ کھل کر مسکرائی۔۔

اب وہ دونوں عادی کے پیچھے پیچھے تھیں۔۔۔۔ جو انہیں عیدی کے لیے ترسا رہا تھا۔۔۔

لیکن گھر میں حیات کو کسی نے کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دیا تھا۔

وہ اپنی قسمت کو دیکھتے کبھی کبھی حیران ہوتی تھی۔۔۔ اس کے زہن میں خود کے لیے ایک ہی لفظ آتا تھا اور وہ تھا

۔۔۔

Blessed....

دید تو ہوگئی تھی یار کی مگر یہ کیسی عید تھی۔۔۔۔

حوریہ نے نم نگاہوں کو جھکایا تو میر دلاور رضوان نے اسے دیکھا۔

اس کا خود کو تکنا وہ محسوس کر چکا تھا۔۔ لیکن اس کی حرکت یاد کرتے اس نے جبڑے بھینچے اس کو اور ساتھ بیٹھے عادی کو دیکھا۔

اپنے ہاتھوں کو کنٹرول میں لاؤ عادی۔۔۔ میں لایا تو تمہیں مسئلہ ہو گا وہ اٹھتا عادی کو بول کر چلا گیا۔۔۔۔

تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔۔۔ بھائی نے تمہیں نہیں دیکھا ہونا میرا بال کھینچتے۔۔۔ عادی نے منہ بسوڑتے کہا تو حور کے علاوہ سب مسکرائے۔

ایک بہترین دن وہ گزار چکے تھے۔۔۔ اگلے دن حوریہ کی رخصتی تھی۔۔۔ تو کام زیادہ تھا۔

وہ ناشتے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔۔ اور اوندھے منہ جا کر بستر پر گر کر رونے لگی۔۔۔

جس کے لیے تیار ہوئی تھی اس نے ایک نظر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا تھا۔

اپنے پیچھے دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے بھی وہ نہیں پلٹی تھی۔۔۔

عادی مجھے ابھی کسی سے بات نہیں کرنی۔۔۔۔ وہ رندھے لہجے میں بولی۔

میر دلاور رضوان نے جھٹکے سے اسے سیدھا کرتے اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔۔ اور اس کی آنکھوں کو دیکھا جو رو رو کر ہلکی سوجی تھی۔

کس بات کا ماتم منا رہی ہو۔۔۔؟؟ اس کے ہاتھ پر گرفت سخت کرتے پوچھا۔۔۔

ہاتھ چھوڑیں۔۔۔ اس نے نگاہیں جھکائے ہی کہا۔۔۔۔

اس کی ہمت کیسے ہوئی تمہیں ہاتھ لگانے کی۔۔۔ اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی اسے اتنی اجازت دینے کی۔۔۔؟؟

میر دلاور اس کے بال پیچھے سے تھامتے اس کا چہرہ جھٹکے سے اونچا کرتے دھاڑا۔

وہ بھائی جیسا ہے میرے۔۔میر۔۔۔۔۔

میں تب بھی کسی کو اتنی اجازت نہیں دیتا۔۔۔اگلی بار دھیان دینا نہیں تو اس کے بعد تمہاری بھی ٹانگیں توڑ دوں گا میں۔۔۔وہ شدت پسندی سے بولا۔

حور نے اس سے دور ہونا چاہا۔۔۔۔

کل تفصیلاً ملاقات ہو گی تم سے۔۔۔۔۔اسے پیچھے کی طرف دھکا دیتے کہا تو وہ واپس بیڈ پر گری۔

کل اس کی رخصتی تھی۔۔۔فنکشن زیادہ بڑا نہ تھا۔۔۔۔اس کے بعد اس کا ارادہ اسے اپنے فلیٹ ساتھ لے جانے کا تھا۔

اس کے جانے کے بعد حور نے دوپٹہ کھینچ کر گلے سے اتار کر دور پھینکا۔

آئی ہیٹ یو۔۔۔۔۔میر۔۔۔۔

یہ جان لو حور یہ میر دلاور کہ میر دلاور رضوان تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں دیتا۔۔۔!!!وہ جو واپس اس کا بخار چیک کرنے آیا تھا یہ جملہ سنتے وہی سے دھاڑا اور دروازہ بند کرتا چلا گیا۔

اگلے دن اس نے تیار تو کیا ہی ہونا تھا۔۔۔۔وہ بخار میں پھنک رہی تھی رات سے۔۔۔سب اس کی وجہ سے پریشان تھے۔۔۔

اس تک خبر پہنچی تو وہ پشیمان ہوا۔۔۔۔۔وہ لڑکی اتنی حساس کیوں تھیں۔۔۔۔۔اسے ابھی سے خود پر ترس آیا۔۔۔

رخصتی کے وقت بھی اسے زیادہ دیر نہیں بٹھایا گیا تھا۔۔۔اسے میر دلاور کے کمرے میں بھیج دیا گیا تھا۔

وہ سب کام نپٹا تا جب آیا تو میڈم ایسے ہی سو گئی تھی۔

اس نے گہری سانس بھری۔۔۔اس کے پاس آتے اسے دیکھا جو آج نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

گلابی اور سرخ امتزاج کے جوڑے میں۔۔۔جو زیادہ بھاری نہ تھا کیونکہ اس کی نازک جان بھاری کپڑے نہیں پہن سکتی تھی۔۔۔ہلکا میک اپ اور ڈارک لپسٹک، بھاری جھمکے وہ میر دلاور رضوان کو سیدھا دل میں اترتی محسوس ہوئی۔

اس کے پاؤں سے ہیلز نکالتے نیچے رکھے اور اسے سیدھا کر کے لٹایا۔۔۔اس کا دوپٹہ اتار کر پیچھے رکھا اور جیولری اتارتے اس پر بلینکٹ دیا۔۔۔

خود چینج کر کے آتے اسے دیکھا جو پورے استحقاق سے اس کے کمرے، اس کے بیڈ پر براجمان تھی۔

یہ ایک خوبصورت اور مکمل احساس تھا اس نے قریب آ کر لیٹتے پہروں اسے دیکھا تھا۔

تم سے محبت کا آغاز ہو گیا ہے حور۔۔۔یہ اب دن بہ دن زیادہ ہوتا چلا جائے گا۔۔۔مجھے نہیں اندازہ تم میری شدتیں خود پر کیسے برداشت کرو گی۔۔۔لیکن کرنی پڑے گی۔۔۔تمہیں لے کر میرا دل کوئی بھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔۔۔مجھے ناگوار گزارتا ہے تمہارا میرے بغیر کسی کو اپنا وقت دینا۔۔۔

۔یہ سب کب شروع ہوا اندازہ ہی نہ ہوا۔۔۔مجھے لگتا تھا مرد کو محبت جیسی خرافات میں نہیں پڑنا چاہیے۔۔۔لیکن۔۔۔۔

لیکن اب محبت ہو گئی ہے تم سے۔۔۔اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا۔۔۔۔

یہ احساس کب ہوا مجھے خود بھی اندازہ نہیں شاید تب جب تمہیں نکاح میں لیا، یا شاید تب جب تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے فکر دیکھی، یا شاید تب جب تم اپنی نیند قربان کر کے میرا سر دبا رہی تھی۔۔۔ اس رات میں تمہارا بولا ہر لفظ بھول گیا۔۔

تمہاری مہندی کل تمہارے ساتھ فرصت سے دیکھوں گا۔۔۔۔ اس کا بخار اب بھی کم نہیں ہوا تھا۔۔ اس نے لب بھینچے۔۔۔ اور اسے حصار میں لیتے سونے کی کوشش کی۔

اگلے روز ان کا ولیمہ ہو چکا تھا۔۔۔۔ سب نے اسے کہا تھا کہ وہ کل چلا جائے لیکن اسے آج ہی واپس جانا تھا۔۔۔۔ حور نے اسے نم نگاہوں سے دیکھا جو اپنی ہی کرتا آیا تھا۔

گاڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔۔۔ ڈیڑھ گھنٹے میں وہ اپنی منزل پر پہنچ گئے تھے۔

اس کے دلائے اسی باربی فراک میں جو بھاری تھا اور اوپر سے بخار اور بھوک سے وہ نڈھال ہو کر گرتی کہ اس نے جھٹکے سے اسے تھاما تھا۔

مسز دلاور رضوان ابھی تو آغاز ہوا ہے زندگی کا آپ تو ابھی سے لڑکھڑانے لگی۔۔۔

حور نے تھک کر اس کے سینے پر سر رکھا۔۔ وہ اسے اندر لایا اور کمرے میں چھوڑتا واپس گیا اور سامان فلیٹ میں لاتا واپس آیا۔

جہاں وہ ایسے ہی بیٹھی تھی۔۔۔ اس کے قریب آتے اسے کے پاس بیٹھا۔۔۔

میر۔۔۔

فرمائیں مسز۔۔۔ اس نے مسکراتے کہا آج اس کی یہ مسکراہٹ سچی تھی۔۔۔

میری سینڈل نہیں کھل رہی اس نے کہا تو میر نے گہری سانس بھری۔۔۔یہی کام اب رہ گیا تھا نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھتے اس نے سینڈل کے سٹریپ کھولے تو نظر اس کے مہندی سے رچے مومی پیروں پر گئی۔

آپ کے حسن کو فرصت میں سراہے گیں بیگم اس کی طرف دیکھتے اس نے زو معنی لہجے میں کہا تو وہ سٹپٹا گئی۔

میر۔۔۔۔

جی فرمائیں۔۔۔وہ سارے کام اس سے آج ہی کروانے کا سوچ بیٹھی تھی شاید۔۔۔

یہ بھی اتار دیں۔۔اس نے ہاتھ آگے کرتے اپنی گھڑی اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیاں آگے کی۔۔میر دلاور نے سب اتارتے اس کے جھمکے بھی اتارے۔

آئیندہ سے چھوٹے چھوٹے پہننا یہ اس نے سنجیدگی سے جھمکوں کو دیکھتے کہا تو اس نے سر ہلایا۔۔

بھوک لگی ہے۔۔۔

میر نے اسے کہتے کھڑا کیا تو اس نے ناں میں سر ہلایا وہ اس وقت بس سونا چاہتی تھی۔۔۔

وہ راستے میں بھی سوتی آئی تھی شاید دوا کا نشہ تھا جو میر نے صبح اور دوپہر دونوں وقت دی تھی اسے۔۔۔۔

اسے اس کے کپڑے تھماتے واش روم میں بھیجا۔۔۔۔تو وہ چینج کرتی آکر فوراً کمفرٹر میں گھس گئی۔۔۔

وہ چینج کر کے واپس آیا تو وہ سونے کی تیاریوں میں تھی۔۔۔

اس کے پاس آتے اسے جھٹکے سے اٹھا کر بٹھایا۔۔۔

کل بھی میں نے شرافت سے تمہیں سونے دیا تھا۔۔۔میر دلاور نے کہتے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو حور نے سر اس کے سینے پر رکھا۔۔۔

حور۔۔۔

جی۔۔۔۔

وہ ہمہ تن گوش تھی۔۔۔۔جو سکون اس کی قربت میں تھا وہ کہیں نہیں تھا۔اس کا کوئی نعم البدل تھا۔

تم ضروری ہو گئی ہو بے حد۔۔۔۔اس کے سر پر بوسہ دیتے وہ بولا تو وہ مسکرائی۔۔۔۔

لیکن آپ میرے لیے تو نہیں ہوئے ابھی تک۔۔۔۔اس نے مزاح میں کہا لیکن میر نے اس کا چہرہ جھٹکے سے گھماتے اس کی نگاہوں میں اپنی نگاہیں گاڑیں۔

نہیں ہوا تو ہو جاؤ گا۔۔۔۔وہ شدت پسند تھا کافی اپنی چیزوں کو لے کر حور کو پتا تھا لیکن حور کو لے کر وہ ایسا ہو گا اسے اندازہ نہیں تھا۔

حور نے سرہاں میں ہلاتے جھکا دیا تو اس نے اس کی گردن کے قریب ہوتے گہرا سانس بھرا۔۔۔۔

تمہاری خوشبو مجھے اپنے حواسوں پر چھاتی محسوس ہوتی ہے حور۔۔۔۔تم خدا کی طرف سے بہترین تحفہ ہو۔۔۔وہ اسے معتبر کر گیا تھا۔

کچھ کہو گی نہیں۔۔۔۔

اممم ہمم۔۔۔۔

آپ کی میری زندگی میں کیا اہمیت ہے آپ آہستہ آہستہ جان جائیں گے کیونکہ مجھے نہیں لگتا ہم لفظوں سے کسی کو مطمئن کر سکتے ہیں اس نے کہا تو میر نے دلچسپی سے سر ہلایا۔

آپ کافی دلچسپ بھی ہیں اس کی گردن پر لب رکھتے وہ بولا تو وہ دل و جان سے کانپی۔۔۔

مجھے۔۔نیند آئی ہے۔۔۔۔۔

اب تم تب سو گی جب میں اجازت دوں گا۔۔۔اسے حصار میں لیتے کہا تو اس نے آنکھیں موندلیں۔۔۔۔

میر آئیم سوری۔۔۔۔ میں نے جو کچھ کہا وہ دل سے نہیں تھا۔۔۔بس غصے میں میں وہ سب بول گئی تھی۔۔۔۔مجھے بس آپ کا ڈانٹنا پسند نہیں تھا اور۔۔۔۔

میر دلاور رضوان نے اس کے آگے کے لفظ اس کے لبوں سے چن لیے تھے۔۔۔

ان کی آگے کی زندگی حسین تھی۔۔۔۔ایک دوسرے کے ساتھ،ایک دوسرے کے لیے وہ کافی تھے۔

❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️

چھ مہینوں بعد:

حیات شکر ادا نہیں کرتی تھکتی تھی۔۔۔۔وقت گزر گیا تھا جیسے جیسے اس کی ڈلیوری کا وقت قریب آرہا تھا اس کا ڈر بڑھتا جا رہا تھا۔

حاد واپس مشن پر تھا۔۔۔گھر میں سب نے اسے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھا تھا۔۔۔۔

آج اسے اس کی طبیعت خرابی پر ہسپتال پہنچایا گیا تھا۔۔۔اسے اس وقت اپنے سامنے بس حاد رضوان چاہیے تھا جو موجود نہیں تھا۔

بھائی۔۔۔حاد۔۔۔۔

اس نے میر دلاور کو کہا تو اس نے سر ہلاتے اسے سر پر پیار دیتے حوریہ کو اس کا دھیان رکھنے کا کہتے ایک بار پھر حاد کو فون ملا کر اس کی بیوی کی حالت کا بتایا تھا۔

وہ جو اس وقت سنگاپور میں تھا۔۔۔۔رات کی فلائٹ سے واپس آیا تھا۔۔۔۔آپریشن تھیٹر کے باہر وہ سانس روکے کھڑا تھا جب سے آیا تھا۔

بیٹھ جاؤ برخودار۔۔سب بہتر ہو گا۔۔اسے ایسے ہی کھڑے دیکھ میر دلاور اور میر رضوان کتنی ہی بار ٹوک چکے تھے لیکن اس نے ان کی بات نہ مانی تھی۔

اور پھر ڈاکٹر کی خبر سنتے اس نے نئ زندگی دی تھی کہ رب العالمین نے اسے بیٹی سے نوازا ہے۔

میری بیوی کیسی ہے وہ سب نظر انداز کرتا ڈاکٹر سے پوچھنے لگا۔۔اس کا انگ انگ اس کی بے چینی کا پتا دیتا تھا۔

اب وہ ٹھیک ہیں۔۔لیکن ابھی ہوش میں نہیں ہیں۔۔۔آپ تب تک اپنی بیٹی سے ملیں۔۔انہیں روم میں شفٹ کرتے ہی آپ کو بتا دیا جائے گا۔۔۔

حادنے اپنی بیٹی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔۔وہ اس کے ساتھ ہی اپنی بیٹی کو دیکھنا چاہتا تھا۔

حادیہ میری بیٹی ہے۔۔۔میر دلاور کی آواز کان میں پڑی تو اس کے اعصاب ڈھیلے پڑے۔۔۔دروازے سے نظریں تب کی اب ہٹائی اور انہیں دیکھتا مسکرایا۔

حادیہ ہمیں دے دو حوریہ بولی تو سب مسکرائے۔

تمہاری ہی ہے لے لو۔۔۔حادنے بولتے اسے خوش کیا تھا۔۔بھائی یہ آپ کی ہی بیٹی ہے حادنے میر دلاور کو دیکھتے کہا جو آج کچھ زیادہ ہی خوش دکھائی دیتا تھا۔

حوریہ خود ایکسپیکٹ کر رہی تھی۔۔۔اس کی ڈیلیوری میں بھی تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔۔لیکن وہ اس کی اولاد کے لیے بے حد خوش تھے۔

حیات سے ملتے میر حادنے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔۔۔

میری بیٹی۔۔۔۔

ہماری بیٹی۔۔۔حادنے اس کے جملے کی تصیح کی اور اور اپنی بیٹی کو اس کی گود میں دیا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرا پڑی۔۔۔

شکریہ اس تحفے کا زندگی۔۔۔۔حادنے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے کہا۔۔۔

شکریہ آپ کا حاد مجھے مکمل کرنے کے لیے۔۔۔یہ لفظ بہت چھوٹا ہے۔۔۔۔میری زندگی کا کُل اثاثہ آپ ہیں حاد۔۔۔ آپ کو دیکھ کر مجھے احساس ہوتا ہے دعائیں کبھی رد نہیں کی جاتی۔۔۔۔اور دل سے دعا مانگنے کا صلہ مجھے رب نے میجر میر حادر ضوان کی صورت میں دیا ہے۔۔۔۔۔وہ حاد کو کہتی معتبر کر گئی تھی۔

حورنے دیکھو میری بیٹی کے گال سرخ کر دیے ہیں چوم کر حاد نے مصنوئی ناراضگی سے کہا۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔میں بھی اس کے بیٹے کے ایسے ہی لال کر دوں گی چوم کر حیات نے مسکراتے کہاتو میر حاد بھی مسکرادایا۔

❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️

مجھے اسی وقت کپ کیکس کھانے ہیں۔۔۔وہ گھر میں داخل ہوا تو وہ صوفے پر بیٹھی رو رہی تھی۔

وہ تیزی سے اس کے پاس آیا۔۔۔۔

کیا کہا ہے تم نے عادی۔۔۔؟میر دلاور نے ہمیشہ کی طرح عادی سے پوچھا۔۔۔۔

عادی نے منہ بسوڑا۔۔۔۔اس کے بھائی اپنی بیویوں کو لے کر اتنے پاگل کیوں تھے وہ ہمیشہ سوچتا تھا۔۔۔۔ڈانٹ اسے پڑتی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کے بھائی اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔۔اور اپنی بیویوں کے معاملے میں وہ صرف عادی پر بھروسہ کرتے تھے۔

کچھ نہیں کہا۔۔۔ان مہرانی کے وہ فضول سے کپ کیکس ختم ہو گئے ہیں اور موسم دیکھیں باہر کتنا خراب ہے یہاں کسی لوکل دکان کے ناک پر نہیں چڑھتے اس کے۔۔۔عادی تو جیسے بھرا بیٹھا تھا۔

فرزین بیگم نے عادی کو گھورا۔۔۔۔

حیات بھابھی نے اس کو کیک بنا کر دیا تھا جو یہ صبح ہی کھا گئی تھی۔۔۔اتنا میٹھا کھا کر کرے گی یہ کیا۔۔۔

تم چپ کرو۔۔۔میر دلاور نے اسے ٹوکا اور اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

حور کھانا کھایا ہے۔۔۔؟وہ ان دنوں واپس گھر آ گئے تھے کیونکہ اس کے ڈیوٹی پر جانے کے بعد وہ اکیلی رہ جاتی تھی اور وہ اسے اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے اپنا کام بھی کم کروالیا تھا حور یہ کی وجہ سے۔۔۔کیونکہ سارا وقت اسے چاہیے ہوتا تھا۔۔۔

اس کے موڈ سوئینگز وہ خاموشی سے برداشت کرتا تھا جیسے ابھی کر رہا تھا۔

نہیں۔۔۔وہ شوں شوں کرتے بولی۔

اٹھو کھانا کھاؤ پہلے۔۔۔میں آرڈر کرتا ہوں تب تک آجائیں گے۔۔۔میر دلاور نے اسے کھڑا کرتے اس کے گرد حصار بنایا اور اسے کھانے کی میز پر بٹھاتا خود ہاتھ دھو کر واپس آیا۔

اسے کھانا کھلاتے وہیں صوفے پر بٹھایا۔۔۔اس کے پاؤں پر نظر پڑتے اس کے تاثرات سخت ہوئے۔

یہ کہاں چلتی پھرتی رہی ہو آج۔۔۔میں منع کر کے گیا تھا نا تمہیں میر دلاور نے اس کے سوجے پیروں کو دیکھتے کہا تو حور نے آنکھیں چرائی۔۔۔وہ ایسا اپنی غلطی پر کیا کرتی تھی۔

اب وہ لاابالی طبیعت کی نہیں رہی تھی۔۔۔میر دلاور کے لیے اس نے خود کو کافی بدل لیا تھا۔۔۔لیکن اپنی زات سے ابھی بھی وہ کافی لاپرواہ تھی جس کا میر دلاور خاصہ دھیان رکھتا تھا۔

حیات آپی۔۔۔؟

جی۔۔۔حیات جو ابھی کھانے کی میز پر آئی تھی اس کے پاس آئی۔۔۔

خوشی کہاں ہے۔۔۔۔اس کا سارا دن حاد اور حیات کی بیٹی کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔۔۔

سو گئی ہے۔۔۔ابھی اٹھے گی تو پکڑ لینا۔۔۔تم نے کھانا کھایا۔۔اور رو کیوں رہی تھی؟ مجھے کمرے میں آواز آ رہی تھی تمہاری حیات نے فکرمندی سے پوچھا۔۔

ان دونوں میں بالکل بہنوں والی محبت تھی۔۔۔حیات کی بار حوریہ نے اس کا بہت دھیان رکھا تھا اور اب حیات اس کا زیادہ دھیان رکھ رہی تھی کیونکہ وہ لاپرواہ تھی کافی۔

لو یہ کیکس آ گئے تمہارے موٹی۔۔۔۔کھا کر اور پھول جاؤ۔۔عادی باہر سے جا کر اس کے لیے کیکس لایا تھا جو میر دلاور نے آرڈر کیے تھے۔

میر دلاور نے اسے گھورا تو وہ کھل کر مسکرایا۔۔اور اسے دیکھا جو کھول کر کھانے لگ گئی تھی۔۔

اسے کپ کیکس کا تو نا جانے کیا ہی بھوت چڑھ جاتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کھا لینا۔۔۔دو تم پہلے ہی کھا چکی ہو۔۔۔میر دلاور نے فون سے نظریں اٹھا کر اس ندیدی کو دیکھا۔

بس ایک اور۔۔۔حور نے کہتے کھانا شروع کیا لیکن ابکائی آتے ہی وہ واش روم کی طرف گئی۔۔

میر دلاور فون رکھتا اس کے پیچھے گیا جو بیسن پر جھکی تھی۔۔۔اس کا منہ ٹشو سے صاف کرتا باہر آیا۔

ایک بات سے منع کیوں نہیں ہوتی ہو تم حور۔۔۔بچی ہو چھوٹی سی۔۔۔کیوں لاپرواہ ہو خود سے اتنی۔۔۔آگے کبھی میں نہیں ہوں گا تو کیا کرو گی۔۔۔؟ میر دلاور نے سنجیدگی سے اسے کہا تو اس نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

خبردار روئی تو۔۔۔چلو اب سو جا کر۔۔۔میر دلاور نے اسے کمرے میں بھیجا۔

رات میں اس کی طبیعت خراب ہوتے میر دلاور رضوان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔۔۔بروقت اسے ہسپتال پہنچایا۔۔۔

اپنے خوبصورت سے بیٹے کو ہاتھ میں لیتے میر دلاور رضوان کے ہونٹوں پر تبسم بکھرا۔۔۔

بھائی یہ تو پکا میرا بیٹا ہے دیکھیں میرے جیسا ہے۔۔۔حاد نے کہا تو میر دلاور نے اس کی گود میں دیا۔

نہیں میرے پر جائے گا یہ چاچو کا چیمپ۔۔۔عادی نے کہا تو میر دلاور نے اسے ساتھ لگایا۔

حوریہ سے ملتے اس نے میر فاز دلاور کو اس کی گود میں دیا تو وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔

تم نے مجھے مکمل کر دیا حوریہ دلاور۔۔۔میر دلاور نے کہتے جھک کر اس کے کندھے پر بوسہ دیا۔

آپ کی بیٹی مجھے رات کو سونے نہیں دیتی حاد۔۔۔حاد کے واپس آتے ہی حیات نے شکوے کرنا شروع کیے تھے۔

میری بیٹی ہے۔۔۔۔۔ہم آپ کو چین سے نہیں جینے دیں گے۔۔۔۔۔حاد نے کہتے اسے حصار میں لیا۔

جب میں آپ دونوں سے دور ہو جاؤں گی تب آپ دونوں کو احساس۔۔۔

وہ اپنا جملہ مکمل کرتی کہ اپنی قمر پر میر حاد کی دھنستی انگلیاں محسوس کرتی رکی۔

مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔

اور جو درد تم مجھے اپنی یہ فضول گفتگو سے دیتی ہو اس کا کیا۔۔۔اس نے سرد لہجے میں کہا۔

میری غلطی ہے۔۔۔میری قمر سے ہاتھ ہٹائیں میر آپ مجھے چوٹ پہنچا رہے ہیں اس نے نم لہجے میں کہا تو حاد نے اسے خود سے دور کیا۔

وہ واپس اس کے حصار میں آئی میں نے دور کرنے کا نہیں کہا تھا اس نے لب حاد کی ئیبرڈ پر رکھتے کہا۔

حاد نے اس کے بالوں کی خوشبو خود میں اتارتے آنکھیں موندی۔

اپنی گردن پر میر حاد کا لمس وہ محسوس کرتی آنکھیں موند گئی۔

فاز نے انہیں ساری رات جگایا تھا۔۔۔حوریہ اب اس کے سینے پر سر رکھے سو رہی تھی۔

حورا ٹھو۔۔۔۔۔۔مجھے جانا ہے۔۔۔

آج آپ چھٹی کر لیں میر۔۔۔مجھے طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی اس نے کہا تو میر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

کیا ہوا۔۔۔طبیعت کو۔۔۔۔کیا کھایا تھا رات کو۔۔؟

ابھی مجھے نیند آ رہی ہے۔۔۔آپ چھٹی کر لیں تھوڑی دیر بعد اٹھ کر بتاؤں گی کہ کیسا محسوس کر رہی ہوں۔۔۔

حورا ٹھو مجھے جانا ہے۔۔۔وہ سمجھ گیا تھا وہ ڈرامے کر رہی ہے لیکن حور کو اٹھنے نا دیکھ اس نے چہرہ اس کے چہرے کے قریب کرتے اپنی بیرڈ اس کے چہرے پر پھیری۔

میر ر۔۔۔۔۔

حوریہ نے چیخ کر اسے پکارا تو میر دلاور رضوان کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا۔

اور اسی کے ساتھ فاز کے رونے کی آواز سنتے حور نے منہ بسوڑ کر میر کو دیکھا تھا۔

میں نہیں اٹھ رہی اپنے بیٹے کو سنبھالیں۔۔۔۔ساری رات اس نے مجھے سونے نہیں دیا حوریہ نے کہتے چہرہ تکیے میں دیا۔

میر دلاور رضوان نے فاز کو اٹھایا اور کمرے میں چکر کاٹنے لگا اسے سلاتے واپس حور کے ساتھ لٹایا اور ساتھ تکیہ رکھا۔

حور میری جان میں جا رہا ہوں۔۔۔فاز کا اور اپنا دھیان رکھنا آج لیٹ ہو جاؤ گا۔۔۔۔

حور سن رہی ہو۔۔۔۔۔

اس کے گال پر دانت گاڑھتے وہ پیچھا ہٹا تھا۔۔۔ حو نے سر کے نیچے سے تکیہ نکالتے اس کی طرف اچھالا تو میر دلاور کھل کر مسکرایا۔

وقت گزر رہا تھا ایک دوسرے کی سنگت میں، ہر دن کے ساتھ میر دلاور اور میر حاد کی محبت اپنی بیویوں کے لیے بڑھتی چلی گئی تھی۔

وہ مکمل تھے ایک دوسرے کے ساتھ، خوش اور مطمئن۔

میں نے پڑھا ہے اسے اتاے تک

اس کی ہر یاد کو لکھا ہے دل پر

سوچا تھا حفظ کر لوں گی اسے

مگر وہ تو پیچیدہ ہے ہر حرف پر

اس کی ہر اٹھتی نگاہ کو گنا ہے میں نے

اب تو گنتی کم پڑ گئی ہے اس پر

دل کی دھڑکنوں میں انتشار برپا ہے

وہ جب نظرِ ثانی کرتا ہے مجھ پر

سوچا تھا اب عشق کی انتہا کر دوں اس پر

مگر ہر بار لگتا ہے ابھی تو عشق ابتدا ہوئی ہے اس پر

❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️❤️

اسلام علیکم پیارے لوگو!!امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔۔۔۔ عیدِ دیدِ یار کا یہ سفر اختتام پذیر ہوا۔۔ آپ سب کی بھرپور فرمائش پر یہ لاسٹ اپی سوڈ جو کافی لمبی تھی اسے ایک ساتھ دے دیا اب آپ لوگ بتائیں کیسا لگا یہ آپ سب اپنے لمبے لمبے تبصروں سے بیان کریں گے تو میری محنت کی وصولی ہو جائے گی۔۔۔